ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

مجلہ

شمارہ 3۔ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ دسمبر 2011ء۔ جلد 12



حفاظتِ ناموسِ رسالت ﷺ

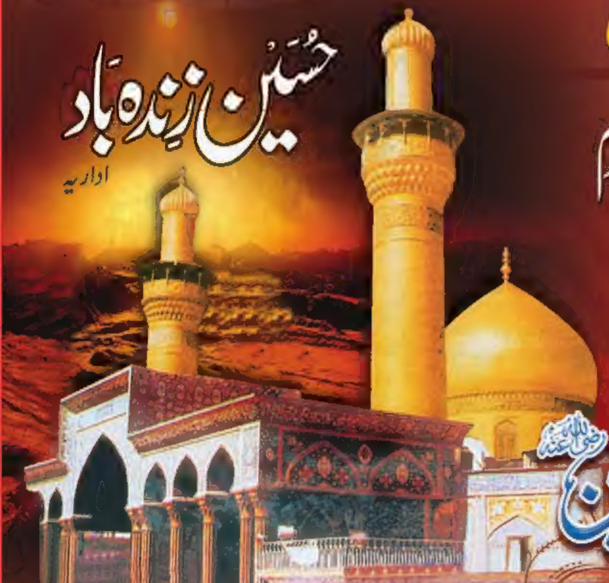
حسین زندہ باد

اداریہ

حدیثِ أوس بن أوس

پردہ اور آنکھوں کی شرم

مسائلِ دینیہ



شہادۃ امام حسین رضی اللہ عنہ



شاہ است حسین
پادشاہ است حسین

فہرست

نعت رسول مقبول ﷺ

اس کا ہوں بندہ میں جو ہے مولا حضور کا
توحید بھی ہے گویا عطیہ حضور کا

تفریق جو کرے ، وہ مسلمان ہی نہیں
یعنی حضور مولیٰ کے، مولیٰ حضور کا

عرشِ علیٰ ہے واقعی عرش علا مگر
دور آگے اس سے قصرِ معلّیٰ حضور کا

میں اور شرک ؟ کیسی جہالت کی بات کی
مشرک ہو کیا جو دل سے ہے بندہ حضور کا

حق کی تجلیات سے سیراب ہو گیا
دیکھا ہے جس نے چہرۂ زیبا حضور کا

سوچو بغور شانِ یداللہ کی قسم
سرتا بپا ہے ، نور سراپا حضور کا

تاریک گوشے دل کے بھی پُر نور ہو گئے
میری زباں پہ نام جو آیا حضور کا

اللہ ذوالجلال کا آئینۂ جمال
واللہ دو جہاں میں ہے نقشہ حضور کا

شیخ کریم آسیؔ بے پر ہے ملتجی
اب پھر دکھایئے درِ والا حضور کا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس - ۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

كلمة الحقيقه　　　اداریہ

حسین زندہ باد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سعید آسوی کے قلم سے

نورِ نورِ الٰہ، شیرِ شیرِ خدا، شہزادۂ گلگوں قبا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے مثل و بے نظیر قربانی پر اسلام اور اہلِ اسلام جتنا ناز کریں کم ہے۔ کہاں مدینہ منورہ کی سکون بخش بہاریں اور کہاں دشتِ نینوا کی ریت اور جھلسا دینے والی ہوائیں۔ نہ کوئی مصلحت آپ کے آڑے آئی اور نہ کسی کے رعب یا لالچ نے آپ کے پائے استقلال میں ڈگمگاہٹ پیدا کی۔ آپ نے تاریخ، سمت، وقت، سوچ، ذہن اور جذبات کو پوری طرح اپنے قبضے میں لے کر خود کو مقامِ امر پر فائز کر لیا۔ چودہ صدیاں بیت چکیں مگر آپ کا نام اور تاریخی کام بجائے گہنانے کے اور نکھرتا چلا جا رہا ہے اور وقت کی نبض بتا رہی ہے کہ مستقبل میں مزید نکھرے گا

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو　　　ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور میں سیاست کو فرعونی، معیشت کو قارونی اور معاشرت کو یزیدی بنتے دیکھا تو آپ نے پوری قوت اور جرأتِ ایمانی سے صدائے احتجاج اور نوائے انقلاب بلند کی کہ خدا کی اس دھرتی پر خلافت و امارت کے نام پر ہر شخصی آمریت کا تسلط ناقابلِ برداشت ہے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ خدا کی زمین پر خدا کے سب سے پیارے بندے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے ذریعے خدائی احکام کی پیروی کرنے والے لوگوں کی حکومت ہونی چاہئے نہ کہ جاہلی جذبوں کے ساتھ قومی حکومت قائم کر کے شخصی اطاعت کو رائج کیا جائے۔ یہی وہ جذبۂ حریت اور نظریۂ انقلاب تھا جو جناب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کے روح پرور نظاروں، مسجد نبوی کی پرنور فضاؤں اور روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرکیف قربتوں سے نکال کر لق و دق اور بے آب و گیاہ وادی کی طرف کشاں کشاں لے آیا اور زندگی بھر کی پونجی، متاعِ عزیز چٹیل میدان کی نذر کر دی۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ تلواروں کی جنگ جیتنے والے مقدر کی بازی ہار گئے اور بنجر زمین پر سارا کنبہ لٹانے والے انسانیت و حریت کی آبرو بن گئے۔

ہُو کا عالم ہو، بربریت کا دور دورہ ہو، حرص و طمع نے لوگوں کو مصلحت کش بنا رکھا ہو، آمریت نے رعایا کو بے دست و پا کر دیا ہو، طلبِ مال و جاہ زندگی کا مشن ہو اور قربتِ اقتدار معاشرے کا مجموعی مزاج بن چکا ہو، ایسے میں جناب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعرۂ قلندرانہ بلند کرنا اور ایوانِ حکومت سے جا ٹکرانا آپ کے تاریخی کردار کی بلند مرتبہ مثال ہے۔

جناب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کی اس تاریخی عظمت کے مقابلے میں جب ہم اپنے معاشرے کا مجموعی چلن دیکھتے ہیں اور بالخصوص مقتدر طبقے میں اخلاقی و ایمانی قحط سالی پر ہم نظر ڈالتے ہیں تو اپنی کج فہمی پر ندامت ہوتی ہے۔ جناب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کردار ایثار، قربانی، صبر، استقامت،

اعلائے کلمۃ الحق، خلوص، للہیت (وغیرھم) جیسی عظیم الشان صفات سے آراستہ ہے جبکہ ان کی غلامی کا دعویدار آج کا اسلامی معاشرہ ان سے بے بہرہ ہے۔ مجالس مصائب، شامِ غریباں اور سید الشہداء کانفرنسز کے انعقاد کے بعد محبتِ حسین اور حبِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حق ادا سمجھا جاتا ہے۔ سب سے افسوسناک طرزِ عمل اور طرز ِوفا 'انہی' کا ہے جنہوں نے کربلا سے سبق لیا تو سینہ کوبی کا۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ امام پاک اور ان کے اصحاب علیہم الرضوان تو صبر واستقلال کا کوہ ہمالیہ بلکہ چر رخ بریں تھے۔ تین دن بھوکے پیاسے رہ کر بھی امام پاک اور اہلِ بیت نے تیروں کی بارش میں حق گوئی کا ایسا ریکارڈ قائم کر دیا، جسے ان کے بعد کوئی توڑنا تو کیا، اس حد تک پہنچنا بھی ناممکن ٹھہر گیا، مگر 'ماتمی' لوگوں نے ایسے اعلیٰ و افضل جہاد سے 'تقیہ' سیکھا۔ دیکھا عقیدت معکوس نے کہاں پہنچا دیا۔

حکمران طبقے کی 'ادائیں' بھی کچھ کم دلآزار نہیں۔ اول تو مذہب بیزار فضاؤں میں پروان چڑھنے والے اس گروہ کو اسلام اور تاریخ اسلام سے کوئی غرض نہیں، اگر ہوتی اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے تو امام الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے کنبے کی غیرت وحمیت کا درس واقعہ کربلا سے ضرور لیتے۔ مگر ہوا کیا، ایک امریکی کال پر یہ سب ڈھس ہو گئے۔ خدا پر یقین پہلے ہی نہ ہونے کے برابر تھا، دولت، شہرت، اقتدار یہ سب انہیں امریکہ کی گود میں نظر آنے لگا تو یہ سب اسی کے ہو کر رہ گئے۔ کہاں تک اس قصہ الم کو بیان کریں اور کس کس کی اغیار پرستی کی داستان سنائیں، ابھی حال ہی میں ہمارے صدر زرداری صاحب نے امریکہ میں پاکستانی سفیر 'حسین' حقانی کے ذریعے امریکہ سے ہماری فوج پر دباؤ ڈالنے اور انہیں منصب اقتدار پر برقرار رکھنے کی جو 'التجائیں' کی ہیں، کیا وہ ملکی وملی غیرت کے منہ پر طمانچہ نہیں؟ اول الذکر کے نام میں 'علی' اور موخر الذکر کے نام میں 'حسین' ہے، مگر فرمایئے کہ 'شجاعت' علی اور غیرت 'حسین' سے ان کو کچھ علاقہ ہے؟ اگر سپریم کورٹ اور سلطنت کے دیگر ستونوں نے اس کا نوٹس نہ لیا اور معاملے کو رفع دفع کرانے پر ہی اکتفا کیا تو پھر عزت وغیرت نامی چیزیں ہمیشہ کے لئے ہم سے روٹھ جائیں گی۔ اقوامِ عالم میں ہماری حیثیت 'امریکہ کی لونڈی' کی سمجھی جائے گی۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ ابھی ارضِ پاک کے چند ہی خواہ ایسے ہیں جو حالات سنبھال لیں گے اور ملک وملت کی غیرت وعزت کا سودا کرنے والوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا کر ہی دم لیں گے۔ دیکھتے ہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو زرداری ٹولے کو اب اس ملک کی جان چھوڑ دینی چاہئے۔

المختصر! ہر مسلمان خواہ وہ کسی شعبے کا ہو اور کسی بھی منصب پر فائز ہو، اسے اپنے لئے حسینی کردار کا انتخاب کرنا ہوگا۔ یعنی جبر کے مقابلے میں صبر، استکبار کے مقابلے میں ایثار، طاقت کے مقابلے میں استقامت اور مطلق العنانی کے مقابلے میں جرات ایمانی کا مظاہرہ اور یہی اسوۂ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور درسِ کربلا ہے۔

☆۔۔۔۔۔مجلہ الحقیقہ پریس میں جانے کے لئے تیار تھا کہ نیٹو فورسز کی پاکستانی چیک پوسٹوں پر حملے اور میجر سمیت 29 افراد کی شہادت کی افسوسناک اطلاع ملی۔ سرپرستِ اعلیٰ شیرانِ اسلام صاحبزادہ پیر عطاء الحق نقشبندی صاحب جو چند دن قبل ہی فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد وطن واپس پہنچے ہیں، آپ سمیت تنظیم کی تمام قیادت بلکہ ہر مخلص پاکستانی نے اس واقعہ پر شدید غم وغصہ کا اظہار کیا ہے۔ اگر "دہشتگردی کے خلاف جنگ" میں پاکستان کی قربانیوں کا صلہ 40 ہزار پاکستانیوں کی شہادت، خودکش دھماکوں، مہنگائی، لوڈشیڈنگ، اقتصادی تباہی، پاکستانی علاقے ایبٹ آباد پر حملے اور کراچی میں مہران بیس پر حملے کے بعد اب 29 فوجیوں کی شہادت کی صورت میں ملا ہے، اور ہماری حکومت بزدلی وبے غیرتی کا اشتہاری بے حسی کا مظاہرہ کرتی ہے تو پھر ہم اس پر لعنت نہ بھیجیں تو اور کیا کریں۔ خدا بھلا کرے جنرل کیانی، ان کی ٹیم اور بالخصوص آئی ایس آئی کے سربراہ شجاع پاشا کا جن کی طرف سے کبھی کبھار غیرت وحمیت سے معطر ٹھنڈی ہوا آ جاتی ہے۔ لیکن حالات تقاضا کر رہے ہیں کہ حکومت بے حسی وبزدلی کے گرداب سے نکل کر فوج کے ساتھ مل کر کوئی مشترکہ لائحہ عمل طے کرے۔ اسی میں ملک وملت کی عزت اور سلامتی ہے۔ اگر ہم نے اس وقت کو گنوا دیا تو پھر ہماری وہ صورتحال ہوگی کہ 'تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں'۔ اللہ اس وقت سے بچائے، اللہ کریم بطفیل حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

شاہ است حسین، پادشاہ است حسین

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیجئے ماہ محرم (۱۴۲۶ھ) کا آغاز بھی ہوگیا۔ اسلامی تقویم کے اس اولین مہینے کو توحیدؔ سے جو گہرا تعلق ہے، بالکل واضح ہے۔ ٹھیک آج سے تیرہ سو اکسٹھ سال قبل محرم کی دس تاریخ ہی تھی جب شہزادہ رسول جگر گوشہ بتول حضرت سیدنا امام حسین نے کربلا کے بے آب وگیاہ میدان میں اپنے بہتر ساتھیوں سمیت تین دن بھوکے پیاسے رہ کر جان کا نذرانہ جانِ آفرین کی بارگاہ میں پیش کیا (صلے اللہ وسلم علی حبیبنا الکریم الامین وعلی آلہٖ اجمعین)

توحید کا تقاضا: توحید کا اولین تقاضا یہی تو ہے کہ اللہ کے مقابلے میں کسی کی پروانہ کی جائے اور اس کی رضا کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے تو پھر سانحہ کربلا کی عظمت کا کون انکار کرسکتا ہے، جس میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے پیارے نواسے علیہ الرضوان والسلام نے اپنا سب کچھ اپنے معبود برحق کی راہ میں قربان کر کے اپنے جد امجد ﷺ کی نسبت کا حق ادا کردیا اور رہتی دنیا تک عظیم ترین قربانی کا شرف حاصل کر کے اہل نظر سے منوالیا کہ واقعی رسول اعظم ﷺ کے لختِ جگر کو 'شہید اعظم' ہی ہونا چاہئے تھا۔ 'توحیدؔ' کا یہی وہ عظیم تقاضا یا عملی سبق ہے، جس کے پیش نظر میرا غریب نواز خواجہ یعنی سلطان الہند والئی اجمیر رضی اللہ عنہ یوں خراج عقیدت پیش کرتا ہے

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین — رضی اللہ عنہ
دین است حسین دین پناہ است حسین — رضی اللہ عنہ
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالہٰ است حسین — رضی اللہ عنہ

ترجمہ: (عارفان حق اور مقربان بارگاہ کے) بادشاہ جناب سیدنا امام حسین علیہ السلام ہیں (یونہی مجاہدان باطل شکن اور شہیدان راہ وفا کے) شہنشاہ (بھی) آپ ہی ہیں۔ (دین کا حسین علیہ السلام پاک سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ ان دو کو الگ نہیں کیا جاسکتا ہے) (لہذا) دین حسین ہے (اور حسین دین ہیں) (کون نہیں جانتا جب دین پر یزید جیسا دشمن دین مسلط ہو رہا تھا تو) دین کو پناہ دینے والے حضرت امام ہی ہیں علیہ السلام۔ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے اس جگر پارے نے سر کا نذرانہ تو اپنے مولا جل شانہ کی بارگاہ میں پیش کردیا مگر یزید پلید وعنید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔ خدا کی قسم اس جرات مردانہ اور عزیمت یگانہ کا مظاہرہ کر کے آپ نے لا الہ الا اللہ کی عملی تفسیر پیش کردی۔ بلاشبہ توحید کا بنیادی تقاضا بھی یہی ہے۔

حکیم الامت حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے بھی اسی نقطہ نظر کی تائید کی ہے

بہر حق در خاک وخوں غلطیدہ است — پس بنائے لاالہ گردیدہ است

ترجمہ: محض حق کی خاطر خاک وخون میں غلطاں ہیں۔ اسی لئے (حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کے بقول) لا الہ الا اللہ کی تفسیر کی عملی بنیاد کے مظہر یکتا بن گئے ہیں

آگے جا کے فرماتے ہیں

(۱) ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیش فرعونے سرش افگندہ نیست
(۲) خونِ او تفسیر ایں اسرار کرد — ملت خوابیدہ را بیدار کرد!!
(۳) تیغ لاچوں از میاں بیروں کشید — از رگ ارباب باطل خوں کشید
(۴) نقش الا اللہ بر صحرا نوشت — سطر عنوان نجات ما نوشت

(۵) رمز قرآں از حسین آموختیم ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

ترجمہ: (ا) مسلمان اللہ کے سوا کسی کا غلام نہیں ہوتا اور اس کا سر کسی بھی فرعون کے سامنے نہیں جھکتا۔

(۲) حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ علیہ کے خون نے ان اسرار کی تفسیر کر کے سوئی ہوئی ملت کو بیدار کر دیا۔

(۳) آپ نے لا (یعنی اللہ کے مقابلے میں کوئی کچھ نہیں) کی تلوار نیام سے کیا کھینچی معبودان باطل کا خون بہا کر انھیں ذلیل و بے قدر کر دیا

اس تخیل کو مولانا محمد علی جوہر علیہ الرحمہ نے یوں پیش کیا ہے

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(۴) رسول مکرم و معظم ﷺ کے لاڈلے فرزند نے صحرا کے سینے پر الا اللہ کا نقش لکھ کر گویا ہماری نجات کے عنوان کی سطر لکھ دی (اور واضح کر دیا کہ کوئی مسلمان دو جہان کے غم سے نجات چاہتا ہے تو اسے بھی انداز جاں سپاری و قربانی اپنانا ہوگا)

(۵) قرآن کی اصل رمز یہی ہے جو ہم شہید دشت کرب و بلا رضی اللہ عنہ کی سیرت سے سیکھتے ہیں اور انھیں کی آتش غیرت و توحید ہے جس سے گرمی لے

کر ہم ولولہ و عزم سے سرشار ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر جوش ملیح آبادی نے (حالت ایمان میں) کہا تھا

یہ صبح انقلاب کی جو ہر طرف ہے ضو یہ جو مچل رہی ہے صبا، پھٹ رہی ہے پو
یہ جو چراغ ظلم کی تھرا رہی ہے لو در پردہ یہ حسین کے انفاس کی ہے رو
یہ حق کے جو چھڑے ہوئے ہیں ساز دوستو یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو

یہی وہ تاباں و درخشاں سیرت حسینی ہے جسے ایک شاعر یوں خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔

اس کی ہمت پہ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو ناز ہے اس نواسے پہ محمد مصطفےٰ ﷺ کو ناز ہے
سجدے اوروں کے بھی ہیں، اس کا نیا انداز ہے اس نے وہ سجدہ کیا جس پہ خدا کو ناز ہے

خدا کو ناز ہے: ہاں ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ 'اس پہ خدا کو ناز ہے' آپ نے وہ حدیث پاک تو پڑھی ہوگی جس میں عید الفطر کے لئے جانے والے روزہ داروں پر خدا کے فخر فرمانے کا ذکر ہے بلکہ روز عید الفطر کا تعارف ہی اسی حوالے سے کرایا گیا ہے

فاذا کان یوم عید هم یعنی یو م فطر هم با هی الله بهم ملئکه فقال یا ملئکتی ما جزاء اجیر وفی عمله (بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: اور جب بندوں کی عید یعنی افطار کا دن ہوتا ہے، اللہ اپنے فرشتوں کے سامنے ان پر فخر و ناز فرماتا ہے سو پوچھتا ہے اے میرے فرشتو اس مزدور کا کیا بدلا ہے جو اپنا کام پورا کر دکھاتا ہے۔............(الخ)

اگر ایک مہینہ روزے رکھنے اور رمضان المبارک کا قلبی احترام کرنے سے اللہ عید کے دن اپنے ان بندوں پر فخر و ناز فرماتا ہے تو جس شخصیت نے راہ مولا میں اپنے دوستوں بلکہ گھر کے جوانوں اور بچوں کو تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر قربان کر کے خود بھی آخر کار جام شہادت نوش کر لیا اور اپنی مخدرات اہل بیت کو اسیر کرانا بھی منظور کر لیا، اس پہ اس کے والدین، اس کے جد امجد حضور رسول خدا ﷺ کو بلکہ اس کے خالق کو فخر و ناز کیوں نہ ہوگا۔

جہاد کی فضیلت: حقیقت یہی ہے کہ 'توحید' کا اولین تقاضا جذبۂ قربانی و جہاد ہے۔ اس کے بغیر ایمان متحقق ہوتا ہے نہ توحید۔ خود ہادی کائنات اصل موجودات علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات نے فرمایا۔

والذی نفسی بیده لو ددت انی اقتل فی سبیل الله ثم احیی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل (بخاری و مسلم)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے اس بات سے محبت ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر (یونہی) قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں،

پھر قتل کیا جاؤں۔

قرآن پاک کی ان گنت آیات میں جہاد کا حکم دیا گیا اور اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی، مگر سب سے افضل جہاد کونسا (جہاد) ہے۔ اس سلسلے میں محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء جو اپنے خدا کے بعد احکم الحاکمین ہیں، فرماتے ہیں۔

افضل الجھاد کلمۃ عدل عند سلطان جائر (ابوداؤد۔ترمذی)

ترجمہ: سب سے بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے۔

اور دوسری روایت کے مطابق ایک آدمی نے عرض کیا ای الجھاد افضل ؟ (یعنی کونسا جہاد افضل ہے؟)

فرمایا کلمۃ حق عند سلطان جابر (نسائی باسناد صحیح)

ترجمہ: (افضل جہاد ہے) جابر سلطان کے سامنے حق بات کہنا

اگر جابر سلطان کے سامنے سچی اور انصاف کی بات کہنا ہی افضل جہاد ہے تو جو شخصیت حق کی علمبرداری کرتے ہوئے اپنی ساری متاع حیات راہ مولا میں قربان کر دے، اس کے جہاد کی عظمت و فضیلت کو کون بیان کر سکتا ہے اور کون اس کے اجر و ثواب کا اندازہ کر سکتا ہے۔ بلاشبہ کسی بھی ترغیب و ترہیب سے بے نیاز ہو کر اور ہر قسم کی مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر اپنے اللہ کی رضا کے لئے ثابت قدم رہنا ہی استقامت ہے تو فرمایئے جس استقامت کو شہزادہ رسول مکرم ﷺ نے گلے سے لگایا اس کی مثال تاریخ انسانی میں کہاں ہے۔ غور فرمایئے یہی استقامت ہے جو شجر توحید کا ثمرہ ہے اور یہی ہے جو اسلام کا مغز ہے۔ چنانچہ حضرت ابوعمرو یا ابوعمرہ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا

یارسول اللہ ! قل لی فی الاسلام قولا لا اسئل عنہ احدا غیرک

ترجمہ: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے متعلق ایک ایسی بات بتا دیجئے کہ پھر مجھے اس کے متعلق آپ کے بغیر کسی دوسرے سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔

تو فرمایا قل امنت باللہ ثم استقم (مسلم)

ترجمہ: (زبان سے) کہہ دو میں اللہ پر ایمان لایا' پھر اس پر ڈٹ جاؤ (کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس راہ ایمان سے ہٹا نہ سکے اور کوئی حرص و ہوا تمہارے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکے کہ معاذ اللہ تمہارا عمل تمہارے ایمان کی نفی کر رہا ہو)

یہی وہ استقامت ہے جس کا ذکر اور فضل قرآن پاک میں بھی جابجا ہے مثلاً

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون O نحن اولیؤکم فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ ولکم فیھا ماتشتھی انفسکم ولکم فیھا ماتدعون O نزلا من غفور رحیم O (حم السجدہ۔۳۰تا۳۲)

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر مضبوطی سے) قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے مددگار ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے اس (جنت) میں ہر وہ چیز ہے جسے تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو۔ (یہ) مہمانی (ہے) بہت بخشش والے بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے۔

دوسرے مقام پر فرمایا

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون O اولئک اصحب الجنۃ خلدین فیھا جزاء بما کانوا یعملون O (الاحقاف:۱۳،۱۴)

ترجمہ: بیشک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے نہ ان پر خوف نہ ان کو غم۔ وہ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، (یہ) ان کے اعمال کا انعام (ہے)

اہل استقامت: دیکھا آپ نے یہ ہے استقامت۔ قرآن کریم میں مختلف انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی جو حکایات وارد ہیں، ان کا مرکزی نقطہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آتش نمرود میں ڈالا جانا، جناب اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبح کے لئے تیار ہو جانا موسیٰ وہارون علیہما السلام کا دربار فرعون میں اس کی نام نہاد خدائی کے خلاف نعرہ حق، یہ سب استقامت ہی کے مختلف مظاہر ہیں۔ ان کے علاوہ اولیائے عظام کا جہاد مثلاً اصحاب کہف کا ایمان پر ثابت قدم رہنا صبر و استقامت ہی کی تفسیر ہے۔ اس کائنات میں بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید کیا گیا، یہ بھی ان کی ثابت قدمی ہی کا ثبوت ہے۔ مگر یہ شہید کیے جانے والے پیغمبران ذی اقسام علیہم السلام وہی تھے جن کو جہاد بالسیف (تلوار سے جہاد) کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ جن حضرات کو جہاد کی وحی فرمائی گئی ان میں سے ایک بھی ظاہراً شہید نہیں ہوا کہ یہ ان کی شان کے خلاف تھا۔ اس دنیا میں ہمارے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء سے بڑھ کر کوئی بھی 'استقامت' کا مظاہرہ نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے۔ بلکہ جسے بھی 'استقامت' سے نوازا گیا وہ حضور پر نور ﷺ کا صدقہ تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے یہ حبیب اعظم و اکرم و اتم ﷺ ہر نعمت و دولت کے خازن و قاسم ہیں۔ یہ ارشاد عالی از حد مشہور ہے

انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی (بخاری کتاب الجہاد)

ترجمہ: بیشک میں قاسم و خازن ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت و دولت اور عظمت و رفعت اصلاً اپنے محبوب و مطلوب ﷺ کو عطا فرمائی پھر جسے ملی، اسی آقا ﷺ کا صدقہ ملی اور اسی ﷺ کے دست رحمت سے ملی۔ جب نبوت و رسالت تک کے حصول میں حضور پر نور ﷺ واسطہ ہیں، تو دوسرے خصائص و خصائل بعد کی چیزیں ہیں۔ لہٰذا حق یہی ہے کہ دنیا میں جب بھی، جتنی بھی اور جس کو بھی صبر و استقامت کی دولت نصیب ہوئی، اسی رحمۃ للعلمین ﷺ کے دربار دُربار سے ارزانی ہوئی۔ کیا خوب فرمایا برصغیر میں علم حدیث لانے والے شیخ محقق برکۃ المصطفیٰ فی دیار الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بروتمام
مطلوب ذات اوست دگر جملگی طفیل
مقصود نور اوست دگر جملگی ظلام

ترجمہ: دائرہ اسلام میں جو رتبہ بھی تھا، حضور پر نور ﷺ پر ختم ہو گیا اور اللہ کے پاس جو نعمت بھی تھی، اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مکمل ہو گئی (یعنی ہر نعمت ساری کی ساری الوہیت کے اسی مظہر یکتا علیہ التحیۃ والثناء کو عطا ہوئی)

گویا اصل مطلوب اسی سرکار دولتمدار ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے، باقی سب حضور ﷺ پر نور ہی کے طفیلی ہے اور کائنات کا اصل مقصود اسی جان نور ﷺ کا نور ہے، باقی نری ظلمتیں ہیں۔ چونکہ بات چل نکلی ہے، سو آیئے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے بیان کی طرف کہ نبی کس طرح نبی بنائے گئے۔ وہ عالم ارواح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

Believe me that I have seen him and have done him reverence, even as every prophet hath seen him , seeing that of his God give th to them prophecy.

ترجمہ: یقین جانو میں نے اسے دیکھا ہے اور اس کی تعظیم کی ہے جیسے ہر نبی نے اسے دیکھا ہے کیونکہ اسی کی روح کی زیارت کے سبب ہی تو خدا نے انھیں نبوت عطا فرمائی ہے۔

استقامت رحمۃ للعلمین ﷺ کی عطا: یاد رکھیں استقامت یا ایمان پر ثابت قدمی اللہ کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہے جیسا کہ اوپر آیات و روایات

سے ثابت کیا گیا۔ اس کے حصول کا انحصار بھی اللہ کے رب العلمین فضل وکرم اور اس کے حبیب وسیلہ کونین حضور رحمۃ للعلمین علیہ الصلوۃ والسلام کی نظر عنایت پر ہی ہے۔ اولاً اور اصولاً اس کے مالک خازن اور قاسم بھی شہنشاہ مدینہ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں خود حضور پر نور ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کا عنوان جلی بھی ہے۔ مکہ معظمہ اور طائف کے گلی کوچوں میں جو سلوک اس جان رحمت مہر منیر ہدایت ﷺ سے ہوا، کسی نبی یا رسول (علیہ السلام) سے نہیں ہوا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشکل ترین ایذا پر بھی صبر واستقامت کا لازوال مظاہرہ اسی محبوب دلنواز وجان افروز ﷺ کی نظر کرم اور تجلی رحمت کا صدقہ تھا۔ اس میں کیا شک ہے کہ اللہ اپنے ایمان والوں پر سکینہ نازل فرماتا ہے، خود اس کا اعلان مبارک ہے

هو الذی انزل السکینة فی قلو ب المو منین لیز دا دو ا ایما نامع ایما نهم (الفتح:۴)

ترجمہ: وہی جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انھیں یقین پر یقین بڑھے اس کے بعد اس کے حبیب مکرم ﷺ جو اللہ کے فضل سے سکینہ بھی اتارتے ہیں اور انھیں ثابت قدم بھی رکھتے ہیں،

دیکھیے حضرت عامر بن اکوع (صحابی) رضی اللہ عنہ کی فریاد بدرگاہ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء

اللھم لو لا انت ما اھتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
فاغفر فداء لک ما ابقینا
والقین سکینة علینا
وثبت الاقدام ان لاقینا
ونحن عن فضلک ما استغنینا

ترجمہ: خدا گواہ ہے یا رسول اللہ اگر حضور نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ زکوۃ دیتے، نہ نماز پڑھتے تو بخش دیجئے جو گناہ ہمارے رہ گئے ہیں ہم حضور پر فدا، اور حضور ہم پر سکینہ اتاریں اور جب ہم دشمنوں سے مقابل ہوں تو حضور ہمیں ثابت قدم رکھیں اور ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں۔

دیکھیے صحابی اپنے آقا و مولا حضور پر نور ﷺ سے التجا کر رہے ہیں کہ سکینہ بھی نازل فرمائیں اور ثابت قدمی بھی بخشیں۔ ممکن ہے اللھم کے لفظ سے کسی کو وہم ہو کہ اللہ سے خطاب ہے حالانکہ یہاں اللھم محض برکت کے لئے ہے۔ ورنہ اللہ سے فداء لک (یعنی ہم تجھ پر فدا) نہیں عرض کیا جا سکتا کیونکہ "ائمہ فرماتے ہیں کہ کسی پر فدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر اگر کوئی بلا یا تکلیف آئی ہو تو وہ اپنے اوپر لے لی جائے اور اس کی محافظت میں اپنی جان دے دی جائے تو اللہ عزوجل کو اس کلام کا مخاطب کیونکر بنا سکتے ہیں۔ رہا یہ کہ ابتدا میں اللھم ہے، اس سے مقصود حضرت عزت جل جلالہ کو پکارنا نہیں (کہ یہ اللہ عزوجل سے عرض قرار پائے) بلکہ اس کے نام سے ابتدائے کلام ہے۔ (الامن والعلی)

رہ گیا یہ کہ حضور ﷺ سے ثابت قدم رکھنے کی التجا تو اس میں بھی کوئی استحالہ نہیں۔ قرآن پاک کی رو سے اللہ کے فرشتے بھی مومنوں کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

اذیوحی ربك الی الملئكة انی معكم فثبتوا الذین امنوا (الانفال۔۱۲)

ترجمہ: جب (اے محبوب) تمھارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔

ذرا خیال فرمائیے اللہ جل مجدہ کے نائب اعظم اور اقلیم ہستی کے شہنشاہ اعظم حضور پر نور ﷺ سے ثابت قدمی عطا فرمانے کی التجا کر رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام سے یوں تو سب کچھ ملتا ہے مگر مانگنے کی خاص چیزوں میں نہایت اہم ثابت قدمی یعنی اہم صبر واستقامت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی بلند کردار اور وسیع الظرف ہستیاں پہلے ہی اس سے متصف ہونے کے باوجود بھی مانگتے ہیں یعنی اس کا اعلیٰ درجہ، جیسا ہدایت کے اعلیٰ درجوں سے مشرف ہونے کے باوصف اللہ کے محبوب اور جلیل القدر بندے بھی اھدنا الصراط المستقیم (ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما۔الفاتحہ۔۵) کہہ کر

ہدایت ومعرفت کے مزید اعلیٰ درجوں کی دعا کرتے ہیں۔سوچئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے ثابت قدمی کا سوال کیا تو انھیں اس کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ مل گیا مگر یہ سب سائل ہیں اور امام حسین علیہ السلام اس محبوب بندہ نواز ﷺ کے سائل ہی نہیں بلکہ وارث بھی ہیں اور سیرت وصورت میں مظہر یکتا بھی۔ان پر اس سلسلے میں جو کرم فرمایا گیا، اس کی وسعتوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔

آیئے اب ایک حدیث پاک کی طرف۔ ہوا یوں کہ حضرت سیدہ خیر النساء علی ابیہا وعلیہا السلام اپنے والد کریم حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں وصال شریف سے چند روز قبل اپنے دونوں جگر پاروں کو لے کر حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہیں کہ ان دونوں کو کسی چیز کا وارث بنا دیجئے ایک روایت کے مطابق سرکار رحمۃ للعلمین ﷺ نے فرمایا

نحلت هذا الكبير المهابة والحلم ونحلت هذا الصغير المحبة والرضا

ترجمہ: اس بڑے کو میں نے ہیبت اور حلم بخش دیا اور اس چھوٹے کو محبت ورضا۔

کون نہیں جانتا فی الواقع بڑے شہزادے جناب سیدنا امام حسن مجتبیٰ علی جدہ وعلیہ السلام ہیبت وحلم میں لا جواب تھے اور ان سے چھوٹے شہزادے شہزادہ گلگوں قبا حضرت سیدنا امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام اپنے مقدس ومطہر نانا جان ﷺ کے وارث کی حیثیت سے محبت خداوندی اور مقام تسلیم ورضا میں 'لاثانی' تھے۔حضور پرنور ﷺ کی ہیبت اور بردباری کے مظہر ہونے کی وجہ سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان یہ تھی کہ ہر دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا تھا اور اگر کوئی بدتمیزی سے پیش آتا تو بھی قطعاً نوٹس نہ لیتے۔یونہی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا وارث محبت ہونا اس بات کا متقاضی تھا کہ کسی عزیز سے عزیز کی محبت بھی اس کی راہ میں آڑے نہ آنے پائے اور اس پر سب کچھ حتیٰ کہ اپنی جان تک کی بازی بھی لگا دی جائے۔نیز تسلیم ورضا کی وراثت اس بات پر زور دے رہی تھی کہ راہ حق میں جو آلام ومصائب جو طوفان بھی در پیش ہوں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا جائے، چنانچہ محبت ورضا کے پیکر جمیل نے وراثت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حق ادا کر دیا۔اس میں کیا شک ہے کہ 'توحید' کا نہایت ہی اعلیٰ درجہ یہی تھا کیونکہ

'بادو قبلہ در رہ توحید نتواں رفت راست یا رضائے دوست باید یا ہوائے خویشتن

یزید پلید کیا تھا: یزید حضرت امام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں کیا تھا، اسے اس خطبے کی روشنی میں دیکھتے ہیں جس کے اصل الفاظ ابن اثیر میں ہیں۔ یہاں صرف ترجمہ درج کیا جاتا ہے

''اے لوگو! بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسے ظالم بادشاہ کو دیکھے جو اللہ کی حرمتوں کو حلال کرنے والا' اس کے عہد کو توڑنے والا، رسول اللہ ﷺ کی سنت کا مخالف ہو، اللہ کے بندوں پر گناہ وظلم کے ساتھ حکومت کرتا ہو، پھر وہ شخص (دیکھنے والا) طاقت پھر اپنے قول وفعل سے اس کو نہ بدلے تو اللہ کو حق حاصل ہے کہ اس دیکھنے والے کو بھی اس بادشاہ کے ساتھ عذاب میں مبتلا کر دے۔خبردار! ان یزیدیوں نے شیطان کی فرمانبراری کو لازم پکڑلیا ہے، رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے، فتنہ وفساد برپا کر رکھا ہے، اور حدود شرعی معطل کر دی ہیں، بحاصل کو اپنی ذات پر خرچ کرتے ہیں، اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال اور حلال کردہ اشیاء کو حرام ٹھہرالیا ہے، لہٰذا میں بہ نسبت کسی اور شخص کے (ان کے خلاف جہاد کرنے کا) زیادہ مقدار ہوں''

رخصت وعزیمت: حقیقت یہی ہے کہ یزید کے فسق پر تو تمام صحابہ کرام، تابعین یہاں تک کہ بعد میں آنے والے ائمہ مجتہدین اور آج تک کے تمام صوفیہ کاملین رضی اللہ عنہم متفق ہیں بلکہ بعض نے اپنے مخصوص دلائل کی بنا پر اس پر کفر وارتداد کا فتویٰ بھی لگایا ہے تاہم یہ بھی ثابت ہے کہ بعض مقدس شخصیات نے اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تھی آخر کیوں؟ انھوں نے محض رخصت پر عمل کیا۔یعنی اگر کوئی شخص محض جان اور آبرو وغیرہ بچانے کے لئے کلمہ کفر زبان سے ادا کر دیتا ہے بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو قرآن کی رو سے ایسا جائز ہے اسی کو رخصت کا نام دیا گیا، مگر عزیمت یہ ہے کہ جان ومال کی قربانی دے دے اور کفر کی بات زبان سے نہ نکالے۔جن لوگوں نے اسے فاسق یا کافر جانتے ہوئے بیعت کر لی، انھوں نے اپنے مخصوص حالات کے مطابق یہی بہتر سمجھا اور ظاہر ہے ان کے اس عمل پر بھی کسی کو نکتہ چینی کا حق نہیں کیونکہ یہ 'رخصت' خود قرآن پاک نے دی ہے۔

ہاں عظمت 'عزیمت' میں ہے اور توحید کا اصل ظہور اسی سے ہوتا ہے، سنئے مجدد دین وملت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا فیصلہ۔آپ فرماتے ہیں

"اب دو صورتیں تھیں یا بخوف جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلاف
قرآن وسنت ہو، یہ رخصت تھی۔ ثواب کچھ نہ تھا قال تعالیٰ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالا یمان
(مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو) یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی۔ یہ
عزیمت تھی اور اس پر ثواب عظیم، اور یہی ان کی شان رفیع کے شایان تھی، اسی کو اختیار فرمایا" (الحجۃ الموتمنہ)

ظاہر ہے جس شخصیت مقدسہ کو اپنے برادر اکبر سمیت زبان نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے یہ نوید سنائی گئی ہے کہ

الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ (ترمذی۔مشکوۃ)

ترجمہ: حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

ایک اور روایت کے آخری حصے میں فرمایا "یہ فرشتہ اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھ پر سلام عرض کرے اور مجھے بشارت دے

بان فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ وان الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ (ترمذی)

ترجمہ: کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

دیکھ آپ نے جن کے سرداران جنت ہونے کا فیصلہ رب نے فرمایا ہو، اور پھر اس عظمت میں عالم بالا میں دھوم مچی ہو۔ اور فرشتے اپنے رب سے محبوب اکرم ﷺ پر سلام عرض کرنے کی اجازت ہی نہ لیتے ہوں بلکہ اس محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خوشخبری کا نذرانہ لینے کا اذن لے کر آتے ہوں، 'سیادت' کے ان سزاواروں کے لئے رخصت نہیں عزیمت ہی سزاوار ہے۔ اور وہ بھی ایسی جس پر خود 'عزیمت' کو ناز ہو۔ تا کہ دنیا خود تصدیق کرنے پر مجبور ہو جائے کہ واقعی جنت کے نوجوانوں کی سرداری اسی کو زیبا ہے جو اگلے پچھلے شہیدوں کے سردار ہیں۔ ظاہر ہے شہیدوں کا سردار وہی ہو سکتا ہے جس پر سب سے زیادہ ظلم کیا گیا ہو اور جس نے سب سے زیادہ قربانی دی ہو۔ تاریخ انسانی کو کھنگال کر دیکھ لو شہادت کی داستانیں الٹ پلٹ کر کے دیکھ لو، قربانی کے واقعات کی ورق گردانی کر کے دیکھ لو، کیا نواسہ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بڑا بھی کوئی شہید ہے۔ تحقیق کریں گے تو معلوم ہو جائے گا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں اور خود کربلا کے میدان میں بھی ان کے فرزندان وفا شعار نے بھی راہ حق میں اپنے عم محترم کا نہایت ہی قابل قدر اور پورا پورا ساتھ دیا تھا اور عزیمت کا حق ادا کر دیا تھا۔ چنانچہ منہال بن عمرو قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ

'جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے سر دمشق میں لائے گئے میں وہیں موجود تھا۔ امام عالی مقام کے سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا، جب وہ اس آیت تک پہنچا۔

ام حسبت ان اصحب الکہف والرقیم کانوا من اٰیتنا عجبا ؁ (الکہف۔۹)

ترجمہ: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے (یعنی اصحاب کہف کا قصہ بہت عجیب ہے)

تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک سے بزبان فصیح یہ آواز آئی

یا تالی القراٰن اصحب من اصحب الکہف قتلی وحملی (ابن عساکر۔البدایہ والنہایہ)

ترجمہ: اے قرآن پڑھنے والے! اصحاب کہف کے قصے سے میری شہادت اور بے لاش سر کا نیزے کی نوک پر
چڑھائے ہوئے شہر بہ شہر پھرانے کا اندوہ ناک افسانہ زیادہ تعجب خیز ہے۔
بیشک ہمارے رب نے سچ فرمایا اور ہمارے امام نے بھی سچ فرمایا۔ (رضی اللہ عنہ)

☆.....☆.....☆

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ

جناب علامہ حافظ نصر اللہ آسوی صاحب سیالکوٹ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ ولا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لا تَشْعُرُوْنَ ﴾

اور جو خدا کے راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں ﴾ (سورہ البقرۃ آیت 154)

کافر ہے جو منکر ہے حیات شہداء کا ہم زندۂ جاوید ماتم نہیں کرتے

بظاہر خاک میں ملتی نظر آتی ہے خاک ان کی   مگر ہے زندہ و پائندہ ہر دم جانِ پاک ان کی
ہمیشہ احترام ان کا فروغ آدمیت ہے   مگر یہ پیٹنا رونا تو رسمِ جاہلیت ہے
نہ جانو مردہ آبِ تیغ کے لذت چشیدوں کو   خدا ضائع نہیں کبھی اپنے شہیدوں کو
لہٰذا یہ بکا یہ پیٹنا یہ سوگ یہ ماتم   یہ کپڑے پھاڑ لینا یہ بین کرنا بیٹھ کر باہم
کرو پرہیز ان سے، جاہلیت کی ہیں یہ باتیں   بجائے ان کے لازم شکرِ حق ہے اور منا جاتیں

اب شہداء کا ماتم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ زندہ ہیں ماتم تو مردہ کا بھی جائز نہیں تو زندہ کا ماتم کرنا اور بھی بیوقوفی ہے۔ امام عالی مقام کا امتحان تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں امتحان میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی دی اور جنتی نوجوانوں کا سردار اور سید الشہد ابنا دیا اگر کوئی امتحان میں فیل ہو جائے تو اس کا افسوس ہوتا ہے کہ ساری محنت ضائع گئی لیکن اگر کوئی امتحان میں پوزیشن حاصل کرے یا کم از کم پاس ہی ہو جائے تو مبارک باد دیتے ہیں مٹھائیاں بانٹے ہیں کوئی افسوس اور تعزیت نہیں کرتا ہم تو امام عالی مقام کو کامیاب سمجھتے ہیں قرآن خوانی اور ان کا ذکر کے اور ان کی منقبت پڑھ کر ان کی یاد شاندار طریقے سے مناتے ہیں اور جو لوگ ان کا ماتم کرتے ہیں نا معلوم وہ امام پاک کے متعلق کیا گمان رکھتے ہیں۔

امام حسن و حسین اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں: میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مخالفین سے خطاب کرتے ہوئے اپنے خطبہ میں فرمایا: تحقیق رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے بھائی (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا کہ ﴿ اَنْتُمَا سَيِّدَا الشَّبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقُرَّةُ اَعْيُنِ اَهْلِ السُّنَّةِ ﴾ تم دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ (تاریخ کامل ج ۴ ص ۶۲ مطبوعہ بیروت، تاریخ ابن خلدون مترجم حصہ دوم ص ۱۱۳)

شہادت کی شہرت : حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضل بنت الحارث حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ ایک روز حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آج میں نے ایک

پریشان خواب دیکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا : کیا؟ عرض کیا : وہ بہت ہی شدید ہے۔ ان کو اس خواب کے بیان کی جرآت نہ ہوتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکرر دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا۔ ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا، ان شاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔

ایسا ہی ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل کی گود میں دیئے گئے۔ ام الفضل فرماتی ہیں : میں نے ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا، کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا : یا نبی اللہ ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت اس فرزند کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا : کیا اس کو؟ فرمایا: ہاں اور میرے پاس اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی لائے۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی، شیر خوارگی کے ایام میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام الفضل کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی، خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لیے اپنا خونِ جگر (دودھ) پلایا، علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دل بندِ جگر پیوند کو خاک کربلا میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہِ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی آغوشِ رحمت میں تربیت فرمایا، یہ آغوشِ کرامت و رحمتِ فردوسی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے کہیں زیادہ بالا مرتبت ہے، اس کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ۔ اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے جب کہ اس فرزندار جمند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی مسرت کے ساتھ ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہوگی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چشمہ رحمت چشم نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے، اس خبر نے صحابہ کبار جاں نثارانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل ہلا دیئے، اس درد کی لذت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے پوچھیے، صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنتِ خلیل علیہ السلام ادا کر رہے ہیں۔

باوجود اس کے اس فرزندار جمند کی خبر شہادت پا کر چشمِ مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے، بارگاہِ الٰہی عزوجل میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امن وسلامت اور اس حادثہ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا نہیں فرماتے، نہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس خبر نے تو دل و جگر پارہ پارہ کر دیئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قربان ! بارگاہِ حق میں اپنے اس فرزند کے لئے دعا فرمائیے۔ نہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا التجا کرتی ہیں کہ اے سلطان دارین ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے عالم فیض یاب ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مستجاب۔ میرے اس لاڈلے کے لئے دعا فرما دیجئے، نہ اہل بیت نہ ازواجِ مطہرات نہ صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ سب خبر شہادت سنتے ہیں، شہرہ عام ہو جاتا ہے مگر بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی۔

بات یہ ہے کہ مقامِ امتحان میں ثابت قدمی درکار ہے، یہ محل عذر وتامل نہیں، ایسے موقع پر جان سے دریغ جانبازمردوں کا شیوہ نہیں، اخلاص سے جاں نثاری عینِ تمنا ہے۔ دعائیں کی گئیں مگر یہ کہ یہ فرزند مقامِ صفا و وفا میں صادق ثابت ہو۔ توفیقِ الٰہی عزوجل مُساعِد رہے، مصائب کا

ہجوم اور آلام کا انبوہ اس کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

ابو نعیم نے نجی حضرمی سے روایت کی کہ وہ سفرِ صِفّین میں حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ تھے، جب نِینوٰی کے قریب پہنچے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزارِ اقدس ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ندا کی کہ اے ابو عبداللہ ! فُرات کے کنارے ٹھہرو۔ میں نے عرض کیا : کس لئے؟ فرمایا : نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرات کے کنارے شہید کیے جائیں گے اور مجھے وہاں کی ایک مشت مٹی دکھائی۔

ان خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰ اور صحابہ کبار علیہم الرضوان زمین کربلا کے چپہ چپہ کو پہچانتے تھے، انہیں معلوم تھا کہاں اونٹ باندھے جائیں گے، کہاں سامان رکھا جائے گا، کہاں خون بہیں گے۔ یہ شہادت کا کمال ہے ایسا اعلان عام ہو، اپنے پرائے سب جان جائیں، مقام بتادیا گیا ہو، وہاں کی خاک شیشیوں میں رکھ لی گئی ہو، اس کے خون ہو جانے کا انتظار ہو اور شوقِ شہادت میں کمی نہ آئے، جذبہ جاں نثاری روز افزوں ہوتا رہے، تمام چاہنے والے پہلے سے باخبر ہوں، ہر دل اس زخم کا مزہ لے اور صبر و استقلال کے ساتھ جان عطا کرنے والے کی راہ میں جان قربان کی جائے۔ یہ مردانِ کامل اور فرزندانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ اور انہیں کا حوصلہ ہے۔

پہاڑ بھی ہوتا تو وَحشت سے گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لحہ کاٹنا مشکل ہو جاتا مگر طالب رضائے حق، مولیٰ عزوجل کی مرضی پر فدا ہوتا ہے، اسی میں اس کے دل کا چین اور اس کی حقیقی تسلی ہے، کبھی وحشت، پریشانی اس کے پاس نہیں پھٹکتی، کبھی اس مصیبت عظمیٰ سے خلاص اور رہائی کے لئے وہ دعا نہیں کرتا، انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتا ہے اور وقتِ مَوعُود کا بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔

آپ کو ایک دن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے آپ کو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینہ مبارک پر دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی : اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا عجیب وقت ہے کہ سلطان دارین کے نور نظر کو صدہا تمناؤں سے مہمان بنا بلایا ہے، عرضیوں اور درخواستوں کے طومار لگا دیئے ہیں، قاصدوں اور پیاموں کی روزمرہ ڈاک لگ گئی ہے۔ اہل کوفہ راتوں کو اپنے مکانوں میں امام کی تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے، جماعتیں مدتوں تک صبح سے شام تک حجاز کی سڑک پر بیٹھ کر امام کی آمد کا انتظار کیا کرتی ہیں اور شام کو بادلِ مَغموم واپس جاتی ہیں لیکن جب وہ کریم مہمان ... اپنے کرم سے ان کی زمین میں ورود فرماتا ہے تو ان ہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آتا ہے اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے نہ اپنے وطن ہی کو واپس تشریف لے جانے پر راضی ہوتا ہے۔

دس محرم 61ھ کے دِلدوز واقعات: جب کسی طرح شکلِ مُصالحت پیدا نہ ہوئی اور کسی شکل سے جفا شعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں، لیکن تشنگانِ خونِ اہلِ بیت کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی شکل خلاص کی باقی نہیں ہے نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں نہ واپس جانے دیتے ہیں نہ ملک چھوڑنے پر ان کو تسلی ہوتی ہے۔ وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا۔ اس وقت حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی ہے جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔ خندق میں آگ جلا دی گئی تا کہ اہلِ خیمہ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

دسویں محرم کا قیامت نما دن آیا۔ جمعہ کی صبح حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام اپنے رُفقاء اہلِ بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز باجماعت نہایت ذوق وشوق تضرّع وخشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لئے، زبانوں نے قرأت و تسبیحات کے لطف اٹھائے۔ نماز سے فراغ کے بعد خیمہ میں تشریف لائے، دسویں محرم کا آفتاب قریب طلوع ہے، امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے تمام رفقاء واہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں، ایک قطرہ آب میسر نہیں آیا اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا، بھوک پیاس سے جس قدر ضعف وناتوانی کا غلبہ ہوجاتا ہے اس کا اس وہی لوگ کچھ اندازہ کرسکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی بھی نوبت آئی ہو۔ پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں، انہوں نے ناز پروردگانِ آغوشِ رسالت کو کیسا پژمُردہ کردیا ہوگا۔ ان غریبانِ بے وطن پر جوروجفا کے پہاڑ توڑنے کیلئے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیر وخنجر، تیغ وسناں سے مسلح صفیں باندھے موجود، جنگ کا نقارہ بجادیا گیا اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جگر بند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔ (1)

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرصہ کارزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا جس میں بیان فرمایا کہ "خون ناحق حرام اور غضب الٰہی عزوجل کا موجب ہے، میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو، میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے، کسی کا گھر نہیں جلایا، کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو، تم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں، تمہارے درپے آزار نہیں، تم کیوں میری جان کے درپے ہو اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہوسکتے ہو؟ روز محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا؟ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو، پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون اور بارگاہِ رسالت میں کس چشمِ کرم کا منظور نظر ہوں، میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لختِ جگر ہیں؟ میں انہیں بتولِ زہرا کا نورِ دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر اسر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا پل صراط سے ستر (70) ہزار حوروں کو رکاب سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی محبت فرمایا ہے، میرے فضائل تمہیں خوب معلوم ہیں، میرے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو۔"

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے، آپ جنگ کے لئے کسی کو میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمایئے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے میری طرف سے کوئی تدبیر رہ نہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو بمجبوری وناچاری مجھ کو تلوار اٹھانا ہی پڑے گی۔

کرامات امام عالی مقام: ہُنوز گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گروہ اعداء میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑا کر سامنے آیا (جس کا نام مالک بن عروہ تھا) جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہورہے ہیں اور اس تدبیر سے اہلِ خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بدباطن نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے حسین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگالی۔ حضرت امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کَذَبْتَ یَاعَدُوَّ اللّٰہ اے دشمن خدا! تو کاذب ہے۔ تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔ مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا اور انہوں نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت

چاہی۔ صبر وتحمل اور تقویٰ اور راست بازی اور عدالت وانصاف کا ایک عدیم المثال منظر ہے کہ ایسی حالت میں جب کہ جنگ کیلئے مجبور کئے گئے تھے۔ خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے۔ بے باکوں نے کمالِ بے ادبی وگستاخی سے ایسا کلمہ کہا اور ایک جاں نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے تو اس وقت اپنے جذبات قبضہ میں ہیں طیش نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ خبردار ! میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتداء نہ کرے تا کہ اس خونریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیرے جراحتِ قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے اور تیرے سوزِ جگر کی تشفی کی بھی تدبیر رکھتا ہوں، اب تو دیکھ ! یہ فرما کر دست دعا دراز فرمائے اور بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کیا کہ یارب ! عزوجل عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتشِ عذاب میں مبتلا کر۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سجدہ شکر کیا اور اپنے پروردگار عزوجل کی حمد وثناء کی اور فرمایا": اے پروردگار ! عزوجل تیرا شکر ہے کہ تو نے اہلِ بیتِ رسالت کے بدخواہ کو سزا دی۔ "حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صفِ اعداء میں سے ایک اور بے باک نے کہا کہ آپ کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ تو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔ آپ نے اس کے لئے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا یارب ! عزوجل اس بدزبان کو فوری عذاب میں گرفتار کر۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا فرمائی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی، گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لئے برہنہ ہو کر بیٹھا۔ ایک سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا۔ اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلانِ بے حمیت کو غیرت نہ ہوئی۔

ایک شخص مزنی نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آ کر کہا کہ "اے امام ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھو تو دریائے فرات کیسا موجیں مار رہا ہے۔ خدا عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔ "حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے حق میں فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا یارب ! عزوجل اس کو پیاسا مار۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا چمکا، مزنی گرا، گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب ہوئی، اس شدت کی غالب ہوئی کہ اَلْعَطَش اَلْعَطَش پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی شدت پیاس میں مر گیا۔

فرزند رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بھی دکھا دینا تھی کہ ان کی مقبولیتِ بارگاہِ حق پر اور ان کے قرب ومنزلت پر جیسی کہ نصوص کثیرہ واحادیث شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہی ان کے خوارق وکرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اِتمامِ حجت کے سلسلہ کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مُستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا عزوجل سے جنگ کرنا ہے اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جو اُن کے سروں پر سوار تھا اس نے انھیں اندھا بنا دیا اور رنیزے باز لشکر اعداء سے نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آ کودے اور تکبر وتبختر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مبارز کے طالب ہوئے۔

حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت: اب وہ وقت آیا کہ جاں نثار ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے اور حضرت

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جانیں قربان کر گئے، اب تنہا حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ بھی بیمار وضعیف۔ باوجود اس ضعف وناطاقتی کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہا دیکھ کر مصافِ کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کیلئے نیزہ دست مبارک میں لیا لیکن بیماری، سفر کی کوفت، بھوک پیاس، متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جانِ پدر! الوٹ آؤ، میدان جانے کا قصد نہ کرو، میں کنبہ قبیلہ، عزیز واقارب، خدام، موالی جو ہمراہ تھے راہِ حق میں نثار کر چکا اور الحمدُ للہ کہ ان مصائب کو اپنے جدِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کیا اب اپنا ناچیز ہدیہ سر راہِ خدا عزوجل میں نذر کرنے کیلئے حاضر ہے۔ تمہاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں، بے کسانِ اہلِ بیت علیہم الرضوان کو وطن تک کون پہنچائے گا، بیبیوں کی نگہداشت کون کریگا، جدّ وپدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی، قرآن کریم کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا، میری نسل کس سے چلی گی، حسینی سیدوں علیہم الرضوان کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا، یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں۔ دودمانِ رسالت ونبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو، تمہاری ہی طلعت سے دنیا مُستَنیر ہوگی۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دلدادگانِ حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیبِ حق کے انوار وتجلیات کی زیارت کریں گے۔ اے نورِ نظر الختِ جگر! یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں، میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہوگے، تمہیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے بھائی تو جاں نثاری کی سعادت پا چکے اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آغوشِ رحمت وکرم میں پہنچے، میں تڑپ رہا ہوں۔ مگر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ پذیرانہ فرمایا اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کے لئے تیار ہوئے، قبائے مصری پہنی اور عمامہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سر پر باندھا، سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپر پشت پر رکھی، حضرت حیدرِ کرّار کی ذوالفقار آبدار حمائل کی۔ اہلِ خیمہ نے اس منظر کو کس آنکھوں سے دیکھا ہوگا، امام میدان جانے کیلئے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہا کو پہنچتی ہے اور اُن کا سردار اُن سے طویل عرصہ کیلئے جدا ہوتا ہے، ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے، نونہالانِ اہل بیت علیہم الرضوان کے گرد یتیمی منڈلائی پھر رہی ہے، ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے، دکھے ہوئے اور مجروح دل امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی سے کٹ رہے ہیں، بیکس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرہ دل افروز پر نظر کر رہا ہے، سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ترسی ہوئی آنکھیں پدر بزرگوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں، آن دو آن میں یہ جلوے ہمیشہ کیلئے رخصت ہونے والے ہیں، اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں، حسرت ویاس کی تصویریں ساکت کھڑی ہوئی ہیں، نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تاب حرکت نورانی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں اور خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے رحمتو کرم کے سایہ گستر کو رخصت کر رہا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اہل بیت کو تلقین صبر فرمائی۔ رضائے الٰہی عزوجل پر صابر وشاکر رہنے کی ہدایت کی اور سب کو سپردِ خدا عزوجل کر کے میدان کی طرف رخ کیا، اب نہ قاسم ہیں نہ ابوبکر وعمر نہ عثمان وعون نہ جعفر وعباس علیہم الرضوان جو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فدا کریں۔ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آرام کی نیند سو گئے جو حصولِ شہادت کی تمنا میں بے چین تھے۔ تنہا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور آپ ہی کو اعدا کے مقابل

جاتا ہے۔

خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے، حق وصداقت کا روشن آفتاب سرزمینِ شام میں طالع ہوا، امید زندگانی وتمنائے زیست کا گرد وغبار اس کے جلوے کو چھپا نہ سکا، حُبِّ دنیا وآسائشِ حیات کی رات کے سیاہ پردے آفتابِ حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہوگئے، باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں سے کافور ہوگئی، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرزند راہِ حق میں گھر لٹا کر، کنبہ کٹا کر سربکف موجود ہے۔ ہزار ہا سپہ گرانِ نبرد آزما کا لشکرِ گراں سامنے موجود ہے اور اس کی پیشانی مُصفّا پر شکن بھی نہیں، دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں پرِ کاہ کے برابر بھی ان کا وزن نہیں۔ آپ نے ایک رَجز پڑھی جو آپ کے ذاتی ونسبی فضائل پر مشتمل تھی اور اس میں شامیوں کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناخوشی وناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا۔

اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا ":اے قوم! خدا عزوجل سے ڈرو، جو سب کا مالک ہے جان دینا، جان لینا سب اس کے قدرت واختیار میں ہے۔ اگر تم خداوندِ عالَم جل جلالہ پر یقین رکھتے اور میرے جدّ حضرت سید انبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہوگی، اعمال کا حساب کیا جائے گا، میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن کی شفاعت گنہگاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے خونِ ناحق کا بدلہ چاہیں گے، تم میرے اہل وعیال، اعزہ واطفال، اصحاب وموالی میں سے بہتّر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو، خبردار ہو جاؤ کہ عیشِ دنیا میں پائیداری وقیام نہیں، اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپئے آزار ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں۔ اگر یہ کچھ منظور نہ ہوا اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر وشاکر ہیں۔ اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَرَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللہِ۔(1) "

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ گوہر فشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت لوگ رو پڑے، دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسرِ ظلم وجفا ہیں اور حمایتِ باطل کے لئے انہوں نے دارین کی روسیاہی اختیار کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر ہیں۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ایک ایک جنبش دشمنانِ حق کے لئے آخرت کی رسوائی وخواری کا موجب ہے اس لئے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا اور ظالمانِ بدباطن نے بھی ایک لحہ کیلئے اس سے اثر لیا، ان کے بدنوں پر ایک جھُرجُھری سی آگئی اور ان کے دلوں پر ایک بجلی سی چمک گئی، لیکن شمر وغیرہ بدسیرت وپلید طبیعت رذیل کچھ متأثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیرذیل کچھ متأثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے، کہنے لگے کہ آپ قصہ کوتاہ کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعارض نہ کریگا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انجام معلوم تھا لیکن یہ تقریر اِقامتِ حُجّت کیلئے فرمائی تھی کہ انھیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔

سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ نظر، خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لختِ جگر بے کسی بھوک پیاس کی حالت میں آل واصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مُفارَقت کا زخم دل پر لئے ہوئے گرم ریگستان میں بیس ہزار کے لشکر کے سامنے تشریف فرما ہے، تمام حجتیں قطع کر دی گئیں، اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعداء کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتا دیا ہے کہ میں بقصدِ جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادہ جنگ

نہیں ہے اب بھی موقع دو تو واپس چلا جاؤں۔ مگر بیس ہزار کی تعداد امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے کس و تنہا دیکھ کر جوشِ بہادری دکھانا چاہتی ہے۔ (1)

جب حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطمینان فرمایا کہ سیاہ دلانِ بدباطن کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہا اور وہ کسی طرح خونِ ناحق وظلمِ بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جس کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو۔ مشہور بہادر اور یگانہ نبرد آزما، جن کو سخت وقت کیلئے محفوظ رکھا گیا تھا میدان میں بھیجے گئے۔ ایک بے حیا ابنِ زہرا کے مقابل تلوار چمکاتا آتا ہے، امام تشنہ کام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آب تیغ دکھاتا ہے، پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے، غرور وقوت میں سرشار ہے، کثرتِ لشکر اور تنہائی امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نازاں ہے، آتے ہی حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تلوار کھینچتا ہے، ابھی ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرب فرمائی، سر کٹ کر دور جا پڑا اور غرور شجاعت خاک میں مل گیا۔ دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں ہنرمندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادرانِ کوہ شکن شام وعراق میں میری بہادری کا غلغلہ ہے اور مصر وروم میں، میں شہرہ آفاق ہوں، دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں، آج تم میرے زور وقوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔ ابن سعد کے لشکری اس متکبر سرکش کی تعلّیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کریگا۔ لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھوک پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے، صدموں نے ضعیف کر دیا ہے ایسے وقت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غالب آجانا کچھ مشکل نہیں ہے۔

جب سیاہ شام کا گستاخ جفا جو، سرکشانہ گھوڑا کوداتا سامنے آیا، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے، ہوش میں ہو، اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے کس و کمزور دیکھ کر حوصلہ مندیوں کا اظہار کر رہے ہو، نامردو! میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔

شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار کا وار کیا، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا وار بچا کر کمر پر تلوار ماری، معلوم ہوتا تھا کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔ اہل شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اب اور تو کوئی باقی ہی نہ رہا، کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی حالت، دھوپ کی تپش مضمحل کر چکی ہے، بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو ایک ایک مقابل کیا جائے، کوئی تو کامیاب ہوگا اس طرح نئے نئے دم بدم شیر صولت، پیل پیکر تیغ زن حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا۔ کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالی، کسی کے حمائل ہاتھ مارا تو قلمی تراش دیا، خود و مغفر کاٹ ڈالے، جوشن وآئینے قطع کر دیئے، کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر پٹک دیا، کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔

زمینِ کربلا میں بہادرانِ کوفہ کا کھیت بو دیا، نامورانِ صف شکن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرما دیا، نعشوں کے انبار لگ گئے، بڑے بڑے فخرِ روزگار بہادر کام آگئے، لشکر اعداء میں شور برپا ہوگیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن واطفال کو بیوہ ویتیم بنا کر چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لیجا سکے گا، موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کرو۔ فرومائیگان روباہ سیرت حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ سے عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہِ چرخ حقانیت پر جور وجفا کی تاریک گھٹا چھا گئی اور ہزاروں جوان دوڑ پڑے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیر لیا اور تلوار برسانی شروع کی اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری کی ستائش ہو رہی تھی اور آپ خونخواروں کے انبوہ میں اپنی تیغ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے۔ جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پَرّے کے پَرّے کاٹ ڈالے۔ دشمن ہیبت زدہ ہوگئے

اور حیرت میں آ گئے کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملہ جانستان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں۔ ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور دشمنوں کا سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح بادِ خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔ ابن سعد اور اس کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں۔ کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی، تمام ناموران کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکیں۔ تاریخ عالَم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ اہل کوفہ کو ہمیشہ رسوائے عالم کرتا رہے گا، کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہماری ساری فوج بھی اس شیرِ حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی، بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیروں کا مینہ برسایا جائے اور جب خوب زخمی ہو چکیں تو نیزوں کے حملوں سے تنِ نازنین کو مجروح کیا جائے۔ تیراندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں اور امام تشنہ کام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گردابِ بلا میں گھیر کر تیر برسانے شروع کر دیئے، گھوڑا اس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی ناچار حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا، ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں اور امام مظلوم کا تنِ ناز پرور نشانہ بنا ہوا ہے، نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو رہا ہے، بے شرم کوفیوں نے سنگدلی سے محترم مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا یہ پیشانی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی، یہ سیمائے نور حبیب خدا عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آرزو مندانِ جمال کا قرار دل ہے۔ بے ادبانِ کوفہ نے اس پیشانی مُصفا اور اس جبینِ پُر ضیا کو تیر سے گھائل کیا، حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چکر آ گیا اور گھوڑے سے نیچے آئے اب نامردانِ سیاہ باطن نے نیزوں پر رکھ لیا، نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ظالمانِ بدکیش نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصیبتوں کا اسی پر خاتمہ نہیں ہو گیا۔ دشمنانِ ایمان نے سرِ مبارک کو تنِ اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نصر ابن خرشہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی۔ خولی ابن یزید پلید نے یا شبل ابن یزید نے بڑھ کر آپ کے سر اقدس کو تنِ مبارک سے جدا کیا۔ (1)

صادق جانباز نے عہدِ وفا پورا کیا اور دینِ حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ، اپنی جان راہِ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی، سوکھا گلا کاٹا گیا اور کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی، سر و تن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی حقانیت کی عملی شہادت دی اور ریگستانِ کوفہ کے ورق پر صدق و امانت پر جان قربان کرنے کے نقوش ثبت فرمائے۔

اَعْلَی اللّٰہُ تَعَالٰی مَکَانَہٗ وَاَسْکَنَہٗ بُحْبُوْحَۃَ جِنَانِہٖ وَاَمْطَرَ عَلَیْہِ شَابِیْبَ رَحْمَتِہٖ وَرِضْوَانِہٖ

کربلا کے بیابان میں ظلم و جفا کی آندھی چلی، مصطفائی چمن کے غنچہ و گل بادِ سموم کی نظر ہو گئے، خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا، کوفیوں کے متاعِ بے دینی و بے حمیتی کے سیلاب سے غارت ہو گئے، فرزندانِ آلِ رسول کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا، بچے اس غریب الوطنی میں یتیم ہوئے، بیبیاں بیوہ ہوئیں، مظلوم بچے اور بے کس بیبیاں گرفتار کیے گئے۔

محرم 10ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز 56 سال 5 ماہ 5 دن کی عمر میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دارِ ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہی۔ ابن زیاد بدنہاد نے سرِ مبارک کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا اور اس طرح اپنی بے حمیتی و بے حیائی کا اظہار کیا پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانباز شہداء علیہم الرضوان کے سروں کو اسیرانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شمر ناپاک کی ہمراہی میں یزید کے پاس دمشق بھیجا، یزید نے سرِ مبارک اور اہلِ بیت کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور وہاں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کا سر مبارک آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوا۔

اس واقعہ ہائلہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ ہوا اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ امام احمد و بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ایک روز میں دوپہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سنبل معنبر وگیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں، دست مبارک میں ایک خون بھرا شیشہ ہے۔ یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہوگیا، میں نے عرض کیا: اے آقا ! قربانت شوم یہ کیا حال ہے؟ فرمایا حسین اور ان کے رفیقوں علیہم الرضوان کا خون ہے، میں اسے آج صبح سے اٹھاتا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس تاریخ ووقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے۔(1)

حاکم نے بیہقی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث روایت کی۔ انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک وریشِ اقدس پر گرد وغُبار ہے، عرض کیا: جانِ ما کنیزان نثار تو باد۔ یارسول اللہ ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلمیہ کیا حال ہے؟ فرمایا : ابھی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقتل میں گیا تھا۔

بیہقی وابونعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو آسمان سے خون برسا۔ صبح کو ہمارے مٹکے، گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔

بیہقی وابونعیم نے زہری سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس روز شہید کیے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

بیہقی نے ام حبان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن اندھیرا ہوگیا اور تین روز کامل اندھیرا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔(1)

بیہقی نے حمید بن مرہ سے روایت کی کہ یزید کے لشکریوں نے لشکر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک اونٹ پایا اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے روز اس کو ذبح کیا اور پکایا تو اندرائن کی طرح کڑوا ہوگیا اور اس کو کوئی نہ کھاسکا۔

ابونعیم نے سفیان سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن میں نے دیکھا وَرس (کُسُم) راکھ ہوگیا اور گوشت آگ ہوگیا۔

بیہقی نے علی بن مسہر سے روایت کی کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی تھیں کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے زمانہ میں جوان لڑکی تھی، کئی روز آسمان رویا، یعنی آسمان سے خون برسا۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ سات روز تک آسمان خون رویا، اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہوگئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

نیزے پر قرآن کی تلاوت: ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کی وہ کہتے ہیں : واللہ ! میں نے بچشمِ خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگ نیزے پر لئے جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا، سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا

جب وہ اس آیت پر پہنچا:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے عجب تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی، بزبانِ فصیح فرمایا: اَعْجَبُ مِنْ اَصْحٰبِ الْكَهْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ۔

اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔" اور درحقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکے جد کی امت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا، آل واصحاب کو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شہید کیا، پھر خود حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، اہل بیت علیہم الرضوان کو اسیر کیا، سر مبارک شہر شہر پھرایا۔ اصحاب کہف سالہاسال کی طویل خواب کے بعد بولے، یہ ضرور عجیب ہے مگر سر مبارک کا تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا اس سے عجیب تر ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگ کوفہ میں نیزے پر لئے جاتے تھے جب سر مبارک میرے سامنے سے گذرا تو میں نے سنا تو آپ کے سر مبارک نے سورہ کہف کی تلاوت فرمائی

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا (روضۃ الشہداء ص ۲۳۰، کرامات صحابہ ص ۱۸۳)

یہ بھی منقول ہے کہ ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا وہاں ایک دَیر تھا۔ دیر کے راہب نے ان لوگوں کو اسی ہزار درہم دے کر سر مبارک کو ایک شب اپنے پاس رکھا۔ غسل دیا، عطر لگایا، ادب وتعظیم کے ساتھ تمام شب زیارت کرتا اور روتا رہا اور رحمتِ الٰہی عزوجل کے جو انوار سر مبارک پر نازل ہو رہے تھے ان کا مشاہدہ کرتا رہا حتیٰ کہ یہی اس کے اسلام کا باعث ہوا۔ اشقیا نے جب دراہم تقسیم کرنے کے لیے تھیلیوں کو کھولا تو دیکھا سب میں ٹھیکریاں بھری ہوئیں ہیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو۔

اور دوسری طرف یہ آیت مکتوب ہے: وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھے ہیں (4)

غرض زمین وآسمان میں ایک ماتم برپا تھا۔ تمام دنیا رنج وغم میں گرفتار تھی، شہادتِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دن آفتاب کو گرہن لگا، ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے، آسمان رویا، زمین روئی، ہوا میں جنات نے نوحہ خوانی کی، راہبتک اس حادثہ قیامت نما سے کانپ گئے اور روپڑے۔ فرزندِ رسول، جگر گوشہ بتول، سردار قریش امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد متکبر کے سامنے تشت میں رکھا جائے اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے، اہل بیت علیہم الرضوان اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں، ان کے دلوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھرایا جائے اور وہ یزید پلید کے سامنے لا کر اسی طرح رکھے جائیں اور وہ خوش ہو، اس کو کون برداشت کر سکتا ہے۔ یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا، اس پر اس نابکار نے اظہار ندامت کیا مگر یہ ندامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کیلئے تھی، دل تو اس ناپاک کا اہلِ بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ نے اور آپ کے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر ورضا کا وہ امتحان دیا جو دنیا کو حیرت میں ڈالتا ہے۔ راہِ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ یہ کمال شہادت و جانبازی ہے اور اس میں امتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے حق وصداقت پر استقامت واستقلال کی بہترین تعلیم ہے۔ (1)

واقعات بعدِ شہادت:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود مبارک یزید کی بے قیدیوں کیلئے ایک زبردست محتسب تھا، وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں اس کو بے مُہاری کا موقع میسر نہ آوے گا اور اس کی کسی کج رَوی اور گمراہی پر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبر نہ فرمائیں گے، اس کو نظر آتا تھا کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے دیندار کا تازیانہ تعزیر ہر وقت اس کے سر پر گھوم رہا ہے اسی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان کا دشمن تھا اور اسی لیے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس کیلئے باعث مسرت ہوئی۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ اٹھنا تھا، یزید کُھل کھیلا اور انواع واقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہوگئی۔ زنا، لواطت، حرام کاری، بھائی بہن کا بیاہ، سود، شراب، دھڑلے سے رائج ہوئے، نمازوں کی پابندی اٹھ گئی، تمرّد وسرکشی انتہا کو پہنچی، شَیطَنَت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم ابن عقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار کا لشکر گراں نے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کیلئے بھیجا۔ یہ 63ھ کا واقعہ ہے۔ اس نامراد لشکر نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمۃ للہ، قتل، غارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسایگانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر کیے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لیے، سات سو صحابہ علیہم الرضوان کو شہید کیا اور دوسرے عام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا، لڑکوں کو قید کرلیا، ایسی ایسی بدتمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے، تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہوسکے۔ صرف حضرت سعید ابن میتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجنوں بن کر وہاں حاضر رہے۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ ابن غَسِیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان سے پتھر نہ برسیں۔ پھر یہ لشکرِ شرارت اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، راستہ میں امیر لشکر مرگیا اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے مَنجَنیق سے سنگ باری کی (منجنیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے) اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجد حرام کے ستون ٹوٹ پڑے اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا۔ اسی چھت میں اُس دنبہ کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو سیدنا حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے کعبہ مقدسہ کئی روز تک بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ (1)

آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بدنصیب تین برس سات مہینے تختِ حکومت پر شَیطَنَت کر کے ربیع الاول 64ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی، شہر حمص ملک شام میں انتالیس برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتال جاری تھا کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی، حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ندا فرمائی کہ اہل شام ! تمہارا طاغوت ہلاک ہوگیا۔ یہ سن کر وہ لوگ ذلیل وخوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ گروہِ ناحق پژوہ خائب وخاسر ہوا۔ اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہل حجاز، یمن وعراق وخراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اہل مصر وشام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاول 64ھ میں۔ یہ معاویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا مگر آدمی نیک اور صالح تھا، باپ کے ناپاک افعال کو برا جانتا تھا، عِنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تا دمِ مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف نظر نہ ڈالی اور چالیس دن یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں مرگیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے اس کا

جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو میں اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں۔

معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہل مصر و شام نے بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ حاصل ہوا۔ 65ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالملک کے عہد میں مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا، ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا: تیرا باپ کہاں ہے؟ کہنے لگا کہ وہ خلوت نشین ہو گیا ہے، گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا کہ اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے، جس کی چاہت میں فرزند رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے وفائی کی تھی، اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا۔ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمد بن حنفیہ برادر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سُموں سے روندوا دیا جس سے اس کے سینہ اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں میں سے ہے اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا جس نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مظالم کے طوفان توڑے آج ان ظالمانِ ستم شعار و مغروران نابکار کے سر تن سے جدا کر کے دشت بدشت پھرائے جا رہے ہیں اور دنیا میں کوئی ان کی بیکسی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامہ پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنانِ امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔

اس کے بعد مختار نے ایک حکم عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمر بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفاشعار سورما بصرہ بھاگنا شروع ہوئے، مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا، لاشیں جلا ڈالیں، گھر لوٹ لیے۔ خولی بن یزید وہ خبیث ہے جس نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک تنِ اقدس سے جدا کیا تھا، یہ روسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا۔ مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سولی چڑھایا، آخر آگ میں جھونک دیا۔ اس طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

ابن زیاد کی ہلاکت: عبیداللہ ابن زیاد، یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا۔ اسی بدنہاد کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہل بیت علیہم الرضوان کو یہ تمام ایذائیں پہنچائی گئیں، یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کیلئے ایک فوج کو لے کر بھیجا موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی۔ جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی، ابن زیاد کو شکست ہوئی، اس کے ہمراہی بھاگے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ بہت سے ہلاک کیے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ 67ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا، ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوایا، مختار نے دار الامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور حکومت و بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ مبارک رکھا تھا۔ مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا کہ اے اہل کوفہ! دیکھو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

خونِ ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا، آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے، چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے، وہی جگہ ہے، خداوندِ عالَم نے اس مغرور، فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا، اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔(1)

ترمذی شریف کی صحیح حدیث میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا، اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام سروں پر پھرا جب عبید اللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا اس کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا، اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

ابن زیاد، ابن سعد، شمر، قیس ابن اشعث کندی، خولی ابن یزید، سنان بن انس نخعی، عبداللہ بن قیس، یزید بن مالک اور باقی تمام اشقیا جو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک تھے اور ساعی تھے طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل کیے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔

حجاج ابن یوسف کے وقت میں جب دوبارہ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسیر کئے گئے اور لوہے کی بھاری قید و بند کا بارِ گراں ان کے تنِ نازنین پر ڈالا گیا اور پہرہ دار متعین کر دیئے گئے، زہری علیہ الرحمہ اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہا کہ مجھے تمنا تھی کہ میں آپ کی جگہ ہوتا کہ آپ پر یہ بارِ مصائب دل پر گوارا نہیں ہے۔ اس پر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید و بندش سے مجھے کرب و بے چینی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس میں سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکُّر ہے اور عذابِ الٰہی عزوجل کی یاد ہے۔ یہ فرما کر بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال دیئے۔

یہ اختیارات ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کرامۃً انھیں عطا فرمائے گئے اور وہ صبر و رضا ہے کہ اپنے وجود اور آسائشِ وجود، گھر بار، مال و متاع سب سے رضائے الٰہی عزوجل کیلئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری و باطنی برکات سے مسلمانوں کو متمتع اور فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ مظفر و منصور رکھے۔ آمین۔

سارا کنبہ لٹا کر یہ بولے حسین اے خدا مجھ کو تیری رضا چاہئے
دیکھو امام تشنہ لب کیسے تھے عاشق نماز تیغ حلق پر رواں سر تھا جھکا نماز میں

اُس کی ہمت پر علی شیرِ خدا کو ناز ہے — اُس نواسے پر محمد مصطفیٰ کو ناز ہے
سجدے تو سب نے کئے مگر اُس کا نیا انداز ہے — اُس نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

☆☆☆

مسائل دینیہ

محقق دوراں علامہ مفتی محمد نصر اللہ صاحب آسوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماتم کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اپنی مصیبت یا مصائب اہل بیت کو یاد کرکے ماتم کرنا یعنی ہائے ہائے، واویلا کرنا، چہرے یا سینے پر طمانچے مارنا، کپڑے پھاڑنا، بدن کو زخمی کرنا، نوحہ و جزع فزع کرنا یہ باتیں خلاف صبر اور ناجائز و حرام ہیں جب خود بخود دل پر رقت طاری ہو کر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں اور گریہ آ جائے تو یہ رونا نہ صرف جائز بلکہ موجب رحمت و ثواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿ ولا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾ اور جو خدا کے راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں ﴾ (سورہ البقرۃ آیت 154)

ماتم تو ہے ہی حرام تین دن سے زیادہ سوگ کی بھی اجازت نہیں ہے: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان لائی ہو اُس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ اپنے خاوند کی (موت پر) چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ بخاری حدیث: ۱۲۹۹ کتاب الجنائز، مسلم: حدیث ۹۳۵، مشکوۃ حدیث: ۳۳۲۷ کتاب الجنائز

فقہ جعفریہ کے بانی اور اہل بیت کے چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

﴿ لیس لاحدٍ ان یَحِدَّ اکثرَ من ثلاثۃِ ایام الا المراۃَ علی زوجِھا حتی تَنْقَضِیَ عِدَّتُھا ﴾

کسی مسلمان کو کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا سوائے عورت کے کہ وہ عدت کے ختم ہونے تک اپنے خاوند کی موت پر سوگ کر سکتی ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱)

اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت لینی چاہیے جو ہر سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سوگ مناتے ہیں اور دس دن سینہ کوبی کرتے ہیں چارپائی پر نہیں سوتے اچھا لباس نہیں پہنتے اور کالے کپڑے پہنتے ہیں ہاں ایصال ثواب کرنا اُن کی یاد منانا اور ذکر اذکار جائز ہے یہ سوگ نہیں ہے۔

مسلماں کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو خیال و فعل میں حق ہی کا شاغل اور ذاکر ہو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ فوت ہوئیں تو عورتیں رونے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوڑے سے مارنے کا ارادہ کیا تو انہیں حضور نے اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا اور فرمایا: اے عمر چھوڑ دو بھی پھر فرمایا: اے عورتوں شیطانی آواز سے پرہیز کرنا پھر فرمایا: ﴿ مَھْمَا یَکُنْ مِنَ الْقَلْبِ وَالْعَیْنِ فَمِنَ اللّٰہِ عزوجل وَمِنَ الرَّحْمَۃِ ومَھْمَا کانَ مِنَ الْیَدِ وَاللسانِ فَمِنَ الشَّیْطَانِ ﴾ جس غم کا اظہار آنکھ اور دل سے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (مشکوۃ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت 1748) احمد حدیث 3093)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ ﴾

وہ ہم میں سے نہیں جو منہ پیٹے، گریبان پھاڑے اور ایام جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے۔

بخاری حدیث ۱۲۹۷، مسلم حدیث: ۱۰۳، مشکوۃ حدیث: ۱۷۲۵ کتاب الجنائز باب البکاء

یعنی میت وغیرہ پر منہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے، رب تعالیٰ کی شکایت، بے صبری کی بکواس کرنے والا ہماری جماعت یا ہمارے طریقہ والوں سے نہیں ہے یہ کام حرام ہیں ان کا کرنے والا سخت مجرم۔ یہ عام میت کا حکم ہے لیکن شہید تو بحکم قرآن زندہ ہیں انہیں پیٹنا تو اور زیادہ جہالت ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار چیزیں ہیں جن کو لوگ نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب پر فخر کرنا، دوسرے شخص کو نسب کا طعنہ دینا، ستاروں کو بارش کا سبب جاننا، اور نوحہ کرنا اور نوحہ کرنیوالی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن گندھک اور جرب کی قمیص پہنائی جائے گی۔

مسلم حدیث ۹۳۴، مشکوۃ حدیث ۱۷۲۷ کتاب الجنائز باب البکاء (شیعوں کی معتبر کتاب، حیات القلوب، ملا باقر مجلسی جلد ۲ ص ۶۷۷)

میت کے سچے اوصاف بیان کرنا ندبہ ہے اور اُس کے جھوٹے اوصاف بیان کرنا نوحہ ہے ندبہ جائز ہے نوحہ حرام ہے۔ گندھک میں آگ بہت جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے اور جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے نائحہ پر اُس دن خارش کا عذاب مسلط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کر کے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اُسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔ (مراۃ جلد ۲ ص:۵۰۳)

دو کفریہ کام: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ﴾

لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ کفر میں مبتلا ہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

(مسلم حدیث:۶۷ کتاب الایمان)

اس حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو بُرا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے

دو ملعون آوازیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنيا وَالاخِرَةِ مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيبَةٍ﴾ دو آوازوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے: نعمت کے وقت گانا باجہ اور مصیبت کے وقت چلا کر آواز بلند کرنا یعنی نوحہ اور ماتم وغیرہ (بزار حدیث 795 ترغیب امام منذری کتاب الجنائز حدیث 5179)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورتوں کی جہنم میں دو صفیں بنائی جائیں گی، ایک صف ان کے دائیں طرف اور ایک صف ان کے بائیں طرف تو وہ عورتیں دوزخیوں پر کتوں کی طرح بھونکیں گی۔ (طبرانی فی الاوسط ترغیب امام منذری کتاب الجنائز حدیث 5182)

ماتم کی ابتداء کس نے کی تھی؟

سب سے پہلے ابلیس نے ماتم کیا تھا: علامہ شفیع بن صالح شیعی عالم لکھتے ہیں کہ: شیطان کو بہشت سے نکالا گیا تو اس نے نوحہ (ماتم) کیا۔ حدیث پاک میں ہے۔ کہ غناء ابلیس کا نوحہ ہے۔ یہ ماتم اُس نے بہشت کی جدائی میں کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماتم کرنے والا کل قیامت کے دن کتے کی طرح آئے گا اور آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ ماتم اور مرثیہ خوانی زنا کا منتر ہے۔ شیعہ کی معتبر کتاب، مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین، ص 142 ص:۱۴۳ اور حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید

امام حسین رضی اللہ عنہ کا پہلا با قاعدہ ماتم کوفہ میں آپ کے قاتلوں نے کیا۔ (جلاء العیون ص 426-424 مطبوعہ ایران)

پھر دمشق میں یزید نے اپنے گھر کی عورتوں سے تین روزہ ماتم کرایا۔ (جلاء العیون ص 445 مطبوعہ ایران)

ابن زیاد نے آپ کے سر مبارک کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا۔ کوفہ کے شیعوں نے رو رو کر کہرام برپا کر دیا شیعوں کی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کوفہ والوں کو روتا دیکھ کر سیدنا امام زین العابدین نے فرمایا: ﴿ ان هؤلاء يبكون علينا فمن قتلنا غيرهم﴾ یہ سب خود ہی ہمارے قاتل ہیں اور خود ہی ہم پر رو رہے ہیں۔ (احتجاج طبرسی جلد ۲ ص ۲۹)

حضرت سیدہ طاہرہ زینب نے فرمایا: کہ تم لوگ میرے بھائی کو روتے ہو؟ ایسا ہی سہی۔ روتے رہو۔ تمہیں روتے رہنے کی کھلی چھٹی ہے۔ کثرت سے رونا اور کم ہنسنا۔ یقیناً تم روکر اپنا کالا پن چھپا رہے ہو۔ جب کہ یہ بے عزتی تمہارا مقدر بن چکی ہے۔ تم آخری نبی کے لخت جگر کے قتل کا داغ آنسوؤں سے کیسے دھو سکتے ہو جو رسالت کا خزانہ ہے اور جنتی نوجوانوں کا سردار ہے۔ (احتجاج طبری ج ۲ ص ۳۰) اسی طرح شیعہ کی کتاب مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ کوفہ کے لوگ شیعہ تھے۔ (مجالس المومنین ج ۱ ص ۵۶)

کیا شیعوں نے امام حسین کو چھوڑ دیا تھا؟ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا: کہ مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے اور شیعوں نے ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لیا ہے جو چاہتا ہے ہم سے الگ ہو جائے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ (جلاء العیون ص 421 مصنفہ ملا باقر مجلسی، منتہی الاعمال مصنفہ شیخ عباس قمی ص 238)

مذکورہ بالا خطبہ سے معلوم ہو گیا کہ قاتلان حسین شیعہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ ملا خلیل قدوینی لکھتا ہے: ان کے (یعنی شہدائے کربلا کے) قتل ہونے کا باعث شیعہ امامیہ کا قصور ہے تقیہ سے۔ (صافی شرح اصول کافی)

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل شیعہ تھے؟ ملا باقر مجلسی ۱۵۰ خطوط کا مضمون بایں الفاظ تحریر کرتا ہے۔ این عریضہ ایست بخدمت جناب حسین بن علی از شیعان وفدویان ومخلصان آنحضرت) ترجمہ: یہ عریضہ شیعوں فدیوں اور مخلصوں کی طرف سے بخدمت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما۔ (جلاء العیون ص 358)

ان تمام بیانات سے معلوم ہوا کہ امام حسین کے قاتل بھی شیعہ تھے اور ماتم کی ابتداء کرنے والے بھی شیعہ تھے اور ان ماتم کرنے والوں میں یزید بھی شامل تھا۔ اب اگر امام حسین کے غم میں رونے یا ماتم کرنے سے بخشش ہو جاتی ہے تو بخشش کا سرٹیفکیٹ کوفیوں کو بھی مل جائے گا اور یزیدیوں کو بھی مل جائے گا۔

بارہ اماموں کے عہد تک موجودہ طرز ماتم کا یہ انداز روئے زمین پر کہیں موجود نہ تھا۔ چوتھی صدی ہجری 352ھ میں المطیع للہ عباسی حکمران کے ایک مشہور امیر معز الدولہ نے یہ طریق ماتم وبدعات عاشورہ ایجاد کیں۔ اور دس محرم کو بازار بند کر کے ماتم کرنے اور منہ پر طمانچے مارنے کا حکم دیا۔ اور شیعہ کی خواتین کو چہرہ پر کالک ملنے، سینہ کوبی اور نوحہ کرنے کا حکم دیا۔ اہل سنت ان کو منع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اسلئے کہ حکمران شیعہ تھا۔

شیعوں کی کتاب، منتہی الاعمال ج ۱ ص 452 اور اہل سنت کی کتاب، البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص 243 (تاریخ الخلفاء ص 378)

بے صبری کا انجام کیا ہوتا ہے؟ کتب شیعہ کی روشنی میں بیان کریں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

يَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلَى قَدْرِ الْمُصِيبَةِ وَمَنْ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى فَخِذَيْهِ عِنْدَ مُصِيبَةٍ حَبِطَ عَمَلُهُ

صبر کا نزول مصیبت کی مقدار پر ہوتا ہے (یعنی جتنی بڑی مصیبت اتنا بڑا صبر درکار ہوتا ہے) جس نے بوقت مصیبت اپنے رانوں پر ہاتھ مارے تو اس کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو گئے۔ (شیعوں کی معتبر کتاب، نہج البلاغہ، ص: ۹۵ باب المختار من حکم امیر المومنین حکم ۱۴۴) شرح نہج البلاغہ لابن میثم ج ۵ ص 588)

بے صبر کے پاس ایمان نہیں: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الصبرُ مِنَ الايمانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأسِ مِنَ الْجَسَدِ وَلا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَهُ

صبر کا مقام ایمان میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا آدمی کے جسم میں اس کے پاس ایمان نہیں جس کے ہاں صبر نہیں۔

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص: ۱۳۲ الفصل (۷۱) فی الصبر)

فرمان امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ: الصبرُ مِنَ الايمانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَهَبَ الرَّأْسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ كَذَالِكَ اِذَا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْاِيْمَانُ صبر کا ایمان سے ایسا تعلق ہے جیسا کہ جسم انسانی کے ساتھ سر کا جب سر نہ رہے جسم نہیں رہتا اسی طرح جب صبر نہ رہے ایمان نہیں رہتا۔ (اصول کافی جلد ۲ ص ۸۷ کتاب الایمان والکفر باب الصبر)

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ﷺ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ يَدَهُ عَلٰى فَخِذِهِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِهِ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔ یعنی ماتم سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔ (فروع کافی جلد سوم کتاب الجنائز باب الصبر والجزع)

کیا پیغمبر، امام یا شہید کا ماتم کرنا جائز ہے؟

ج کسی کا بھی ماتم جائز نہیں

نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔

اذا انا مِتُّ فلا تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهاً ولا تَنْشُرِي عَلَيَّ شَعْراً ولا تُنَادِيْ بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيْلِ ولا تُقِيْمِيْ عَلَيَّ نَائِحَةً ۔ بیٹی جب میں انتقال کر جاؤں تو میری وفات پر اپنا منہ نہ پیٹنا اپنے بال نہ کھولنا اور ویل عویل نہ کرنا اور نہ ہی مجھ پر نوحہ کرنا۔ (فروع کافی جلد ۵ ص ۵۲۷ کتاب النکاح باب صفۃ مبایعۃ النبی ﷺ) حیات القلوب ج ۲ ص 687 جلاء العیون ص 65

نبی کریم ﷺ کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

﴿لولا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّئُوْنِ﴾

یا رسول اللہ! اگر آپ نے ہمیں صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور ماتم کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ کا ماتم کر کے آنکھوں اور دماغ کا پانی خشک کر دیتے۔ شرح نہج البلاغہ لابن میثم شیعہ ج ۴ ص 409 مطبوعہ قدیم ایران

کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی اپنی بہن کو وصیت: يا اُخْتَاهُ اِتَّقِي اللهَ وَتَعَزِّيْ بِعَزَاءِ اللهِ وَاعْلَمِي اَنَّ اَهْلَ الارضِ يَمُوْتُوْنَ وَاَهْلُ السماءِ لَايَبْقُوْنَ جَدِّيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وَاَبِيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وامی خَيْرٌ مِنِّيْ واخی خَيْرٌ مِنِّيْ وَلِيْ وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُوْلِ الله ﷺ اُسْوَةٌ فَعَزَّا مَابِهٰذَا وَنَحْوِهِ وقَالَ لَهَا يَا اُخَيَّةُ اِنِّي اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ فَاَبَرِّيْ قَسَمِيْ لَاتُشُقِّيْ عَلَيَّ جَيْباً ولا تَخْمِشِيْ عَلَيَّ وَجْهاً ولا تَدْعِيْ عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ اِذا اَنا هَلَكْتُ﴾ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنی بہن سیدہ زینب کو وصیت کی فرمایا: اے پیاری بہن! اللہ سے ڈرنا اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق تعزیت کرنا خوب سمجھ لو۔ تمام اہل زمین مر جائیں گے اہل آسمان باقی نہ رہیں گے میرے نانا، میرے بابا، میری والدہ اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور آپ کی ہدایات بہترین نمونہ ہیں۔ تو انہی کے طریقہ کے مطابق تعزیت کرنا اور فرمایا: اے ماں جائی میں تجھے قسم دلاتا ہوں میری قسم کی لاج رکھتے ہوئے اُسے پورا کر دکھانا۔ میرے مرنے پر اپنا گریبان نہ پھاڑنا اور میری موت پر اپنے چہرہ کو نہ خراشنا اور نہ ہی ہلاکت اور بربادی کے الفاظ بولنا۔

(الارشاد للشیخ مفید ص ۲۳۲ فی مکالمۃ الحسین مع اختہ زینب، اعلام الوریٰ ص ۲۳۶ امر الامام اختہ زینب بالصبر، جلاء العیون جلد ۲ ص ۵۵۳ فارسی مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران) اخبار ماتم ص 399)

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ امام حسین نے میدان کربلا میں جانے سے پہلے اپنی بہن زینب کو وصیت فرمائی: اے میری معزز بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور واویلا نہ کرنا۔ (جلاء العیون جلد ۲ ص ۵۵۳ فارسی مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران)

شاعر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت کو اپنے انداز میں پیش کیا

اللہ کو سونپا تمہیں اے زینب و کلثوم   لگ جاؤ گلے تم سے بچھڑتا ہے یہ مظلوم
اب جاتے ہی خنجر سے کٹے گا میرا یہ حلقوم   ہے صبر کا اماں کے طریقہ تمہیں معلوم

مجبور ہیں ناچار ہیں مرضیء خدا سے — بھائی نہیں جی اُٹھنے کا فریاد و بکا سے
جس وقت مجھے ذبح کرے فرقہء ناری — رونا نہ سنو آئے نہ آواز تمہاری
بے صبروں کا شیوہ ہے بہت گریہ و زاری — جو کرتے ہیں صبر اُن کی خدا کرتا ہے یاری
ہو لاکھ ستم رکھیو نظر اپنے خدا پر — اس ظلم کا انصاف ہے اب روزِ جزا پر

قبر میں ماتمی کا انجام کیا ہوتا ہے؟

قبر میں ماتمی کا منہ قبلہ کی سمت سے پھیر دیا جائے گا: ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ سات آدمیوں کا قبر میں منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا جاتا ہے (۱) شراب بیچنے والا (۲) شراب لگا تار پینے والا (۳) ناحق گواہی دینے والا (۴) جوا باز (۵) سود خور (۶) والدین کا نافرمان (۷) ماتم کرنے والا (شیعہ کی معتبر کتاب۔ مجمع المعارف حاشیہ برحلیۃ المتقین ص:۱۶۸ درحرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

گانا گانے والے اور مرثیہ خوان کو قبر سے اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا: رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ غنا کرنے والا اور مرثیہ خواں کو قبر سے زانی کی طرح اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا۔ اور کوئی گانے والا جب مرثیہ خوانی کے لئے آواز بلند کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دو شیطان اُس کی طرف بھیج دیتا ہے۔ جو اُس کے کندھے پر سوار ہو جاتے ہیں۔ وہ دونوں اپنے پاؤں کی ایڑیاں اُس کی چھاتی اور پشت پر اُس وقت تک مارتے رہتے ہیں ۔ جب تک وہ نوحہ خوانی ترک نہ کرے۔ (شیعہ کی معتبر کتاب: مجمع المعارف حاشیہ برحلیۃ المتقین ص:۱۶۳ درحرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک عورت کتے کی شکل میں دیکھی۔ کہ فرشتے اُس کی دبر (پاخانے کی جگہ) سے آگ داخل کرتے ہیں۔ اور منہ سے آگ باہر آجاتی ہے۔ اور فرشتے گرزوں کے ساتھ اس کے سر اور بدن کو مارتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا میرے بزرگوار ابا جان مجھے بتلایئے۔ کہ ان عورتوں کا دنیا میں کیا عمل اور عادت تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قسم کا عذاب مسلط کر دیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: کہ وہ عورت جو کتے کی شکل میں تھی اور فرشتے اُس کی دبر میں آگ جھونک رہے تھے۔ وہ مرثیہ خواں، نوحہ کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

شیعہ کی معتبر کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص:۵۴۳ باب بست و چہارم در معراج آنحضرت، عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص:۱۱، انوار نعمانیہ جلد ۱ ص ۲۱۶

کیا ماتم سننے کی بھی ممانعت ہے؟

نہ صرف ماتم کرنے بلکہ سننے کی بھی ممانعت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلنَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ﴾

رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی۔ ابوداود حدیث ۳۱۲۸، مشکوۃ حدیث ۱۷۳۲ کتاب الجنائز باب البکاء

کیونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لئے مؤنث کا صیغہ استعمال فرمایا تو جو مرد ہو کر نوحہ کرے تو وہ مرد نہیں زنانہ ہے۔

شیعہ حضرات کے شیخ صدوق نقل کرتے ہیں ﴿نهى رسولُ اللهِ عَنِ الرَّنَّةِ عِندَ المصيبةِ ونهى عَنِ النِّيَاحَةِ وَالاسْتِمَاعِ اِلَيهَا﴾

رسول اللہ ﷺ نے بوقت مصیبت بلند آواز سے چلانے، نوحہ و ماتم کرنے اور سننے سے منع فرمایا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۳)

ایک شبہ: فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تو ﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا﴾ آپ کی بیوی چلانے لگیں پس اپنا منہ پیٹ لیا ((شیعہ ترجمہ) معلوم ہوا کہ ماتم کرنا حضرت سارہ کی سنت ہے۔

جواب: کوئی شیعہ اس آیت سے حضرت سارہ کا ماتم کے لئے پیٹنا ہرگز ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ قدیم ترین شیعہ مفسر علامہ قمی کے مطابق فَصَكَّتْ پیٹنے کے معنی میں نہیں ہے غَطَّتْ ڈھانپنے کے معنی میں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سارہ عورتوں کی جماعت میں آئیں اور حیا سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا کیونکہ جبریل علیہ السلام نے انہیں اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تھی۔ تفسیر قمی ج ۲ ص 330

اگر اب بھی تسلی نہ ہوئی تو شیعہ صاحبان کو چاہئے کہ ماتم شہداء کی بجائے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری سن کر کرنا چاہئے تا کہ اپنے خیال کے مطابق سنت سارہ پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اہل بیت کرام نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے صبر کا مظاہرہ فرمایا نہ خود ماتم کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا اور ہم محب اہل بیت ہیں اور اُن کے قول و فعل کو اپناتے ہوئے صبر کا اظہار کرتے ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ اور ائمہ کرام کے فرمان کو نہ مانے اور بے صبری کا مظاہرہ کرے وہ محب اہل بیت نہیں ہو سکتا۔

عشرہ محرم میں سیاہ لباس پہننا اور مہندی، پنجہ، گھوڑا اور تعزیہ نکالنے کا کیا حکم ہے؟

جناب شاہد صاحب سندھ

مہندی، پنجہ، گھوڑا اور تعزیہ نکالنا یزیدیوں کے کرتوتوں کی نقل ہے

کہا جاتا ہے کہ کربلا میں قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تو حضرت قاسم نے مہندی لگائی مروجہ رسم مہندی نکالنے کی اسی کی نقل ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت مخفی نہیں کہ کربلا کا معرکہ خونی شادی کا موقع ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ نیز مہندی پانی میں ملا کر لگائی جاتی ہے اور اہل بیت کے لئے تو پانی بند تھا۔ یونہی پنجہ، گھوڑا نکالنا اور مروجہ تعزیہ بنانا یہ سب بدعت باطلہ اور انصاب میں داخل ہیں۔ ائمہ اہل بیت سے ان چیزوں کی قطعاً کوئی سند نہیں ملتی۔ فی الحقیقت یزیدیوں نے صرف ایک دفعہ اہل بیت پر مظالم ڈھا کر کوفہ و دمشق کے بازاروں میں گھمایا تھا لیکن یہ لوگ ہر سال یزیدیوں کے کرتوتوں کی نقل بنا کے گلی کوچوں میں گھماتے پھرتے ہیں۔ پھر اس پر دعویٰ محبت بھی۔ اللہ ہدایت دے۔

عشرہ محرم میں سیاہ لباس پہننا ممنوع ہے۔: مذہب مہذب اہل سنت و جماعت میں علی العموم سیاہ لباس پہننا محض مباح ہے۔ نہ تو اس پر کسی قسم کا ثواب مرتب ہوتا ہے، نہ گناہ۔ البتہ ماتم کی غرض سے سیاہ کپڑے پہننا شرعاً ضرور ممنوع ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ کے مذہب میں ماتم کا موقع ہو یا نہ، ہر حال میں سیاہ لباس سخت گناہ و ممنوع و حرام ہے۔ پھر اسے ثواب جاننا بالکل الٹی گنگا بہانا اور شیعہ مذہب کے مطابق ڈبل گناہ کا مرتکب ہونا ہے۔ چنانچہ شیعہ لٹریچر کی انتہائی مستند کتب سے دلائل ملاحظہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَلْبَسُوا لِبَاسَ أَعْدَائِي ...... میرے دشمنوں کا لباس مت پہنو! اور میرے دشمنوں کے کھانے مت کھاؤ! اور میرے دشمنوں کی راہوں پر مت چلو، کیونکہ پھر تم بھی میرے دشمن بن جاؤ گے جیسا کہ وہ میرے دشمن ہیں۔ اس کتاب کا مصنف (شیخ صدوق شیعی) کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کا لباس، سیاہ لباس، ہے۔

(عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق باب ۳۰ ملا اخبار المنثور حدیث ۵۱)

شیعہ حضرات کے یہی صدوق رقمطراز ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ ﴿لَا تَلْبَسُوا السَّوَادَ فَإِنَّهُ لِبَاسَ فِرعَونَ﴾ سیاہ لباس نہ پہنا کرو کیونکہ سیاہ لباس فرعون کا لباس ہے۔ من لا یحضرہ الفقیہ۔ شیخ صدوق باب یصلی فیہ من الثیاب حدیث ۱۷)

مشہور شیعہ محدث جعفر محمد بن یعقوب کلینی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے فرمایا: ﴿إِنَّهُ لِبَاسُ اهلِ النَّارِ﴾ بیشک وہ (سیاہ لباس) جہنمیوں کا لباس ہے۔ الکافی کلینی کتاب الزی والتجمیل باب لباس السواد

شیعوں کے مشہور محدث شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق سے سیاہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ﴿لَا تُصَلِّ فِيهَا فَإِنَّهَا لِبَاسُ اهلِ النَّارِ﴾ سیاہ ٹوپی میں نماز مت پڑھو بیشک وہ (سیاہ لباس) جہنمیوں کا لباس ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ باب ما یصلی فیہ حدیث 19765، حلیۃ المتقین ملا باقر مجلسی باب اول در لباس پوشیدن فصل چہارم در بیان رنگہائے)

کربلا جانے والے اہل بیت کی تعداد کیا تھی؟ حضرت امام حسین کے تین صاحبزادے (۱) علی اوسط امام زین العابدین (۲) علی اکبر (۳) علی

اصغر رضی اللہ عنہم اور ایک بیٹی حضرت سکینہ جن کی عمر سات سال تھی۔ دو بیویاں بھی ہمراہ تھیں حضرت شہر بانو اور علی اصغر کی والدہ

حضرت امام حسن کے چار صاحبزادے (۱) حضرت قاسم (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت ابوبکر (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہم کربلا میں شہید ہوئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پانچ: (۱) حضرت عباس (۲) حضرت عثمان (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت جعفر (۵) حضرت محمد اصغر (ابوبکر) رضی اللہ عنہم

حضرت علی کی کل اولاد (۲۷) ہے ان میں سے پانچ کربلا میں شہید ہوئے (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ 440/1)

حضرت عقیل کے (۴) فرزندوں سے حضرت امام مسلم پہلے ہی شہید ہو چکے تھے اور تین کربلا میں شہید ہوئے (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت عبدالرحمٰن (۴) حضرت جعفر رضی اللہ عنہم

حضرت زینب امام حسین کی بہن کے دو بیٹے عون اور محمد رضی اللہ عنہم ان کے والد کا نام حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے۔ اہل بیت کرام میں سے کل سترہ افراد آپ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ (سوانح کربلا، طبری خطبات محرم جلال الدین امجدی: ص 378)

شیعہ نہ اہل بیت کو مانتے ہیں او نہ ہی شہدا کربلا کو حضرت امام حسن کے صرف ایک بیٹے حضرت قاسم کا نام لیتے ہیں حضرت عبداللہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم تین کا نام نہیں لیتے۔ اگر وہ شہداء کربلا کا نام لے لیں تو ان کا عقیدہ ختم ہو جاتا ہے کہ اہل بیت کا صحابہ کرام سے پیار تھا اسلئے انہوں نے اپنی اولاد کے نام خلفاء راشدین کے نام پر رکھے۔ اہل سنت چاروں کا نام لیتے تو حقیقت میں شہداء کربلا کو ماننے والے سنی ہیں شیعہ ان کے منکر ہیں۔

شیعہ حضرت علی کی اولاد کے بھی منکر ہیں پانچ شہداء کربلا میں سے صرف ایک نام لیتے ہیں حضرت عباس کا ان کا علم بھی لگاتے ہیں باقی چار کا نام تک نہیں لیتے حالانکہ حضرت عباس کے حضرت عثمان، حضرت عبداللہ اور حضرت جعفر کے سگے بھائی ہیں ان کی والدہ کا نام ام البنین بنت حرام ہے اور حضرت محمد اصغر (ابوبکر) بن علی کا نام بھی نہیں لیتے ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت مسعود تھا۔ تو شہدا کربلا اور اہل بیت کا منکر کون اور محب کون؟

شیعہ حضرت امام حسین کی اولاد کو امام مانتے ہیں جو کربلا میں شہید بھی نہیں ہوئے اور آپ کے سگے بھائی حضرت امام حسن کی اولاد کو امام نہیں مانتے جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں کتنی ناانصافی ہے اور حضرت علی کی اولاد کو بھی امام نہیں مانتے جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں

اہل بیت کی تین قسمیں ہیں (۱) اہل بیت سکونت یعنی ازواج (۲) اہل بیت ولادت (۳) اہل بیت نسب پہلی قسم اہل بیت سکونت یعنی (۱) ازواج میں سے صرف ایک زوجہ حضرت خدیجہ کو مانتے ہیں باقی سب کا انکار کرتے بلکہ ان کو گالیاں نکالتے ہیں حالانکہ قرآن نے ان کو اہل بیت اور مومنوں کی ماں فرمایا ہے۔ اہل سنت سب کو مانتے ہیں۔

دوسری قسم اہل بیت ولادت چار بیٹیوں میں سے صرف ایک بیٹی کو مانتے ہیں لہذا اہل بیت کے منکر ہوئے بلکہ یہ حضرت علی کی بیویوں کے بھی منکر ہیں حضرت علی کی ایک بیوی کا نام امامہ تھا یہ نبی کریم ﷺ کی نواسی تھیں حضرت زینب کی بیٹی اگر نبی کریم ﷺ کی صرف ایک ہی بیٹی تھی حضرت فاطمہ تو پھر حضرت علی کی بیوی حضرت امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ کہاں سے آ گئیں۔ معلوم ہوا کہ اہل سنت ہی اہل بیت اور شہداء کربلا کے محب ہیں اور شیعہ منکر اہل بیت اور منکر شہداء کربلا ہیں۔

اہل بیت کے سچے محب کون ہیں سنی یا شیعہ؟

اہل بیت کے سچے محب سنی ہیں شیعہ منکر اہل بیت ہیں کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی چار بیٹیوں میں سے ایک کو اور تمام ازواج میں سے صرف ایک زوجہ کو مانتے ہیں اس لئے یہ منکر اہل بیت ہیں نیز اس واقعہ سے بھی اہل سنت کی حقانیت واضح ہے

ضلع شیخوپورہ میں موڑ دے پر خانقاہ ڈوگراں انٹر چینج کے قریب ڈیرہ سردھہ میں صحیح العقیدہ سنی بریلوی نوجوان محمد سرفراز پر آگ گلزار ہو گئی جبکہ منکر صحابہ شاہد نامی آگ میں جل گیا۔ تفصیلات کے مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۹ء بروز پیر ڈیرہ سردھہ میں شاہد نامی نوجوان (جو کہ شیعہ

مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہے) اپنے خود ساختہ عقیدہ کے مطابق عمل کر کے بوقت عصر اپنے ڈیرے پر پہنچا تو بعض سنی حضرات نے اسے کہا کہ "الحمد للہ ہم بھی اہل بیت کے غلام ہیں اور ہم بڑے ادب کے ساتھ قرآن خوانی اور فضائل و شہادت کا بیان سن سنا کر امام حسین کی یاد مناتے ہیں تم بھی اسی طریقہ سے امام حسین کی یاد منایا کرو، خود ساختہ نظریات چھوڑ دو،، اس پر شاہد ولد اشرف خاں نے کہا کہ "ہمارا طریقہ ٹھیک ہے اور جنت کی ٹکٹیں ہمارے پاس ہیں ہمارے علاوہ باقی سب دوزخی ہیں اور میرا چیلنج ہے کہ پورے ملک میں سے کوئی سنی آگ میں چھلانگ لگائے جو سچا ہو گا بچ جائے گا، جو جھوٹا ہو گا جل جائے گا،، یہ بات سن کر محمد سرفراز ولد محمد انور بھٹی نمبردار نے شاہد سے کہا "مجھے تیرا چیلنج منظور ہے،، چنانچہ اسی وقت آگ لگائی گئی اور محمد سرفراز شاہد کا بازو پکڑ کر آگ میں داخل ہو گیا محمد سرفراز نے آگ میں داخل ہوتے ہی شاہد کا بازو چھوڑ دیا تو شاہد کے کپڑوں کو فوری طور پر آگ لگ گئی جبکہ محمد سرفراز تین منٹ آگ کے شعلوں میں کھڑ ہو کر کلمہ طیبہ الصلاۃ والسلام علیك یارسول الله وعلی آلك وصحابك یا حبیب الله کا ورد کرتا رہا اس منظر کو موقع پر موجود بیس پچیس افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

دیوبندی مکتب فکر کے روزنامہ اسلام کی ۱۵ جنوری ۲۰۱۰ء کی اشاعت میں بھی یہ واقعہ شائع ہوا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ۱۹۹۸ء میں لاڑکانہ میں بھی ہوا تھا جس میں ایک وہابی اور ایک عاشق رسول محمد پناہ ٹونانی کا نبی کریم ﷺ کے حاضر و ناظر اور اختیار پر مباہلہ ہوا تھا جس پر دونوں نے آگ میں چھلانگ لگائی تھی وہابی جل گیا اور سنی کا ایک بال بھی نہ جلا کپڑے بھی محفوظ رہے۔ اللہ تعالی نے حق و باطل دنیا میں ہی دکھا دیا

ہو اگر آج بھی ابراہیم کا ایمان پیدا   آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

☆☆☆==☆☆☆

ان دونوں عاشقان رسول کی کیسٹ بھی مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ سے مل سکتی ہے۔

خادم العلماء محمد نصر اللہ مدنی 03328028182

دینی معلومات کے لئے مفتیان کرام سے رابطہ نمبر

مفتی اشرف القادری صاحب گجرات خطیب جامع مسجد ابوحنیفہ سیالکوٹ 03216211870 مفتی ابوبکر کراچی 03002171063

مفتی خادم حسین لاہور خطیب ڈونگا باغ سیالکوٹ 03464005060 مفتی غلام رسول قاسمی آف سرگودھا 03013062490

علامہ غلام مرتضی ساقی مجددی گوجرانوالہ 03007422469

عمر فاروق توحیدی سنی بریلوی سابق ناظم تبلیغ اہل حدیث یوتھ فورس اور دیگر سنی علماء کی CDs حاصل کرنے کے لئے جناب طارق قادری صاحب راجہ بازار سیالکوٹ سے رابطہ کریں 03216102920-13076157786

مدینہ پاک کی زیارتیں دیکھنے کے لئے وزٹ کریں you tub / ziarate madina سعودی عرب اور مدینہ پاک میں یارسول اللہ کے بینروں کے نظارے دیکھنے کے لئے وزٹ کریں you tub /bralvi

پیش کش: نصر اللہ مدنی

تحقیق وتخریج: عاطف سلیم

حدیث أوس بن أوس رضی اللہ عنہ کی تحقیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حدثنا حسين بن علي الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق آدم و فيه قبض و فيه النفخة و فيه الصعقة فاكثروا علي من الصلاة فان صلاتكم معروضة علي قالوا كيف تعرض عليك صلاتنا وقد أرمت؟يقولون قد بليت قال ان الله حرم على الارض أن تاكل احساد الانبياء"۔

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اسی میں تخلیق آدم علیہ السلام ہوئی اور اسی دن وصال فرمایا اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی میں بے ہوشی (بروز قیامت) طاری ہوگی لہذا مجھ پر بکثرت درود (بروز جمعہ) پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائے گا جبکہ آپ کا جسم مبارک بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ اجسام انبیاء کرام علیہم السلام کو کھائے۔

تخریج حدیث:

۱)۔مصنف ابن ابی شیبة،باب ثواب الصلاة على النبی، جلد ۲ ص ۵۱۶ رقم ۸۶۹۷

۲)۔مسند امام احمد ،حدیث اوس بن اوس الثقفی، جلد ۷ ص ۳۸۹ رقم ۱۵۵۷۵

۳)۔المستدرک للحاکم، کتاب الجمعة ،جلد ۱ ص ۴۱۳ رقم الحدیث ۱۰۲۹

۴)۔سنن ابو داؤد،باب فضل یوم الجمعة و لیلة الجمعة، جلد ۱ ص ۳۷۹ رقم ۸۸۳

۵)۔سنن ابن ماجه،باب فی فضل الجمعة،جلد ۱ ص ۳۲۳ رقم ۱۰۷۵

۶)۔سنن نسائی ،باب اکثار الصلاة علی النبی یوم الجمعة،جلد ۱ ص ۵۳۱ رقم ۱۳۵۷

۷)۔سنن الدارمی،باب فی فضل الجمعة ،جلد ۱ ص ۴۴۵ رقم ۱۵۷۲

۸)۔صحیح ابن خزیمه،باب فضل الصلاة علی النبی یوم الجمعة،جلد۱ ص ۲۰۱ رقم ۱۷۳۳

۹)۔الاحاد و المثانی،من اسمه اوس بن اوس الثقفی، ص ۶۱۱ رقم ۱۵۷۷

۱۰)۔المعجم الکبیر للطبرانی،باب فضل الجمعة،جلد ۱ ص ۲۱۶ رقم ۵۹۳

۱۱)۔المعجم الاوسط ،من اسمه عبد الرحمن ،جلد ۲ ص ۶۱۹ رقم ۴۷۸۰

۱۲)۔معرفة الصحابة لابی نعیم،باب من اسمه اوس،جلد ۱ ص ۳۴۵ رقم ۹۲۶

۱۳)۔موارد الظمان الی زوائد ابن حبان،باب ما جاء فی یوم الجمعة والصلاة علی النبی ﷺ،ص ۱۴۶ رقم ۵۵۰

۱۴)۔الجمعة و فضلها لاحمد بن علی المروزی،باب ما جاء ان النبی ﷺ قال اکثر علی من الصلاة،ص ۲۰ رقم ۱۳

۱۵)۔فضل الصلاة علی النبی،ص ۳۵ رقم ۲۲

۱۶)۔السنن الصغیر للبیهقی،باب فضل الجمعة،ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۴۶۹

۱۷)۔تفسیر ابن کثیر،تفسیر سورة الاحزاب آیت ۵۶،جلد ۶ ص ۴۷۳

۱۸)۔تفسیر روح المعانی،تفسیر سورة الانبیاء آیت ۱۰۶،جلد ۷ ص ۲۸۱

۱۹)۔مسند البزار،مسند شداد بن اوس،جلد ۲ ص ۳۴۴ رقم ۲۹۴۶

۲۰)۔حیاة الحیوان للدمیری،باب التاء المثناة،جلد ۱ ص ۱۶۴

توثیق سند:

۱......امام حاکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری "یہ حدیث مبارکہ امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ ۱؎

۲......امام ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"علی شرط البخاری "یہ بخاری کی شرط پر ہے۔

۳......امام شمس الدین ابوالعون محمد بن احمد بن سالم السفارینی الحنبلی (المتوفی ۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں!

"قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء "بے شک نبی کریم ﷺ سے بسند صحیح مروی ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی۔ ۲؎

۴......امام یحییٰ بن شرف النووی فرماتے ہیں!

"و روینا فی سنن ابی داؤد ،والنسائی،وابن ماجہ بالاسانید الصحیحة "امام ابوداؤد ونسائی اور ابن ماجہ نے حدیث کو بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ۳؎

۵......امام علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء "بے شک نبی کریم ﷺ سے بسند صحیح مروی ہے کہ زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی۔ ۴؎

۶......امام قرطبی علیہ الرحمہ امام ابن عربی کے حوالے سے لکھتے ہیں!

"وقال ابن العربی حدیث حسن "ابن عربی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ ۵؎

۷......علامہ ابن القیم فرماتے ہیں!

"قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لا تاکل اجساد "تحقیق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی۔ ۶

۸......امام ابن کثیر (المتوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں!

"وقد صح هذا الحديث ابن خزيمه، وابن حبان والدارقطني والنووى فى الاذكار "بے شک امام ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی اور امام نووی نے کتاب الاذکار میں اس حدیث کو صحیح کہا۔ ۷

۹......امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی امام ابن خزیمہ علیہ الرحمہ کے حوالہ سے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ!

"وصححه بن خزيمه وغيره "امام ابن خزیمہ وغیرہ نے بھی اسکو صحیح فرمایا ہے۔ ۸

۱۰......امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں! "ح "یعنی حسن۔ ۹

۱۱......علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"صح عنه ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء عليهم الصلاة والسلام "نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ زمین حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو نہیں کھاتی۔ ۱۰

۱۲......امام کمال الدین الدمیری فرماتے ہیں!

"صح عنه ﷺ أنه قال ان الله عزوجل حرم على الارض أن تاكل اجساد الانبياء"۔ ۱۱

۱۳......حافظ عبدالغنی فرماتے ہیں! "انه حسن صحيح "یہ حدیث حسن ہے۔

۱۴......امام منذری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں! "انه حسن "یہ حدیث حسن ہے۔

۱۵......امام ابن دحیہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"انه صحيح محفوظ بنقل العدل عن العدل "یہ حدیث صحیح کیونکہ عادل راویوں نے عادل راویوں سے یہ نقل کی ہے۔ ۱۲

۱۶......علامہ عزیزی فرماتے ہیں! "قال الشيخ و هو حديث صحيح "شیخ نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ ۱۳

۱۷......حضرت علامہ فضل اللہ شہاب الدین ابوعبداللہ تورپشتی (المتوفی ۶۶۱ھ) فرماتے ہیں!

"حدیث درست است کہ! ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء "یہ حدیث صحیح ہے کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام حرام کر دیے ہیں۔ ۱۴

۱۸......شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح فرمایا ہے۔ ۱۵

۱۹......حضرت شیخ مجدالدین محمد یعقوب فیروز آبادی (المتوفی ۸۱۷ھ) فرماتے ہیں!

"ونص على صحته جماعة من الحفاظ "اور اس حدیث مبارکہ کی صحت پر محدثین کی ایک پوری جماعت نے نص فرمائی ہے۔ ۱۶

۲۰......امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں!

"هذا الحديث رواه ابوداؤد والنسائی واحمد فی مسنده والبیهقی و غیرهم و صححه ہ" اس حدیث کوابو داؤد، نسائی اور امام احمد نے مسند میں امام بیہقی وغیرھم نے روایت کیا اور تمام نے اس کی صحت کو مانا ہے۔ ۱۷

۲۱......امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں!

"رواه الامام احمد والدارمی وابوداؤد والنسائی وابن ماجة وابن خزیمه وابن حبان والدارمی والحاکم والبیهقی فی الدعوات الکبیر وابو نعیم صححه الاربعة السابقون علی الاخیرین وابن دحیة وغیرهم و حسنه عبد الغنی والمنذری "اسے امام احمد، دارمی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان دار قطنی، حاکم، دعوات کبیر میں بیہقی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ، ابن حبان دار قطنی، حاکم اور ابن دحیہ وغیرھم نے اسے صحیح کہا اور عبدالغنی اور منذری نے حسن کہا۔ ۱۸

۲۲......عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (المتوفی ۱۴۲۰ھ) اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

"خرجه ابوداؤد والنسائی وابن ماجه باسناد حسن "امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اسے بسند حسن روایت کیا۔ ۱۹

۲۳......محدث جلیل امام احمد بن حجر الہیتمی المکی علیہ الرحمہ اس کو "صحیح" فرماتے ہیں۔ ۲۰

۲۴......سنن الدارمی کے محقق "حسین سلیم اسد" فرماتے ہیں!

"اسناده صحیح "اس حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے۔ ۲۱

۲۵......صحیح ابن خزیمہ کے محقق "محمد مصطفیٰ الاعظمی" نے بھی اس حدیث مبارکہ کی سند کو صحیح فرمایا ہے۔ ۲۲

۲۶......مسند امام احمد بن حنبل کے محقق "شعیب الارنؤوط" فرماتے ہیں!

"اسناده صحیح رجاله رجال الصحیح "اس کی سند صحیح ہے اور تمام رجال رجال الصحیح ہیں۔ ۲۳

۲۷......علامہ ناصر الدین البانی تحریر فرماتے ہیں! "صحیح" ۲۴

۲۸......امام عبدالرحمٰن شھاب الدین بغدادی فرماتے ہیں!

"رواه احمد و ابوداؤد وابن ماجه وصححه ابن حبان والحاکم"۔ ۲۵

۲۹......امام شمس الدین محمد بن احمد بن عبدالھادی الحنبلی (المتوفی ۷۴۴ھ) فرماتے ہیں!

"حدیث صحیحا الان رواته کلهم مشهورون بالصدق والامانة والثقة والعدالة ولذلك صححه جماعة من الحفاظ کابی حاتم بن حبان والحافظ کابی حاتم بن حبان والحافظ عبد الغنی المقدسی وابن دحیة وغیرهم "یہ روایت صحیح ہے کیونکہ اس کے تمام روات مشہور بالصدق وامانت اور مشہور بالثقاہیت وعدالۃ ہیں اس لیے محدثین کی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جیسا کہ ابن حبان حافظ عبدالغنی مقدسی ابن دحیہ وغیرہ۔ ۲۶

۳۰ مُلا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث پر محدثین کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں!

"قال ابن دحیة انه صحیح بنقل العدل عن العدل ومن قال انه منکر او غریب لعلة خضیة به فقد استروح لان

الدارقطنی ردھا "امام ابن دحیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ عادل راویوں نے عادل راویوں سے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور جس نے یہ کہا کہ یہ حدیث علت خفیہ کی وجہ سے منکر یا غریب ہے تو اس نے بالکل فضول بات کی ہے۔ امام دار قطنی نے اس (جرح) کا خوب رد کیا ہے۔ ۲۷

۳۱......ابن الملقن نے سکوت اختیار فرمایا ہے۔ (تلخیص المستدرک)

۳۲......امام سخاوی نے اس حدیث کا دفاع فرمایا۔

۳۳......انور شاہ کشمیری دیوبندی نے اس حدیث کو صحیح کہا۔

۳۴......علامہ شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی الالوسی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں!

"وهو حديث حسن عند ابن العربي وقال غيره صحيح" ۲۸

۳۵......امام حسن بن احمد بن یوسف بن محمد بن احمد الرباعی الصنعانی (المتوفی ۱۲۷۶ھ) فرماتے ہیں!

"رواه الخمسة وابن حبان في صحيحة والحاكم وقال صحيح على شرط البخاري" ۲۹

۳۶......امام احمد بن محمد المقری التلمسانی فرماتے ہیں!

"فان الله تعالىٰ حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء تكلمت على هذا الحديث واثبت انه من الصحيح لا السقيم و خرجت طرقه في كتابي العلم المشهور بعون العزيز الرحيم"۔ ۳۰

۳۷......امام سمہودی فرماتے ہیں! "اخرجه ابن حبان في صحيحه والحاكم و صححه"۔ ۳۱

۳۸......ابن کثیر فرماتے ہیں! "وقد صححه بعض الائمة" ۳۲

۳۹......امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں!

"روىٰ الامام احمد في مسنده وابن عاصم في الصلاة له والبيهقي في حياة الانبياء وشعب الايمان وغيرهما من تصانيفه وابو داؤد والنسائي وابن ماجه في سننهم وابن حبان وابن خزيمه في صحيحهما والحاكم وقال هذا حديث صحيح على شرط البخاري ولم يخرجاه"۔ ۳۳

۴۰......شیخ امیر بن محمد المدری (یمنی عالم) فرماتے ہیں! "رواه ابو داؤد باسناد صحيح"۔ ۳۴

۴۱......محمد بن صالح بن محمد العثیمین (المتوفی ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں! "لا تاكل لحوم الانبياء صح ذلك عن النبي ﷺ"۔ ۳۵

۴۲......علامہ حسام الدین عفانہ فرماتے ہیں! "رواه ابو داؤد وغيره وهو حديث صحيح كما قال البانى في صحيح"۔ ۳۶

۴۳......شیخ سعد بن ناصر الشثری فرماتے ہیں! "وهو حديث جيد"۔ ۳۷

۴۴......حافظ بن احمد بن علی الحکمی (م ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں! "وصححه ابن حبان"۔ ۳۸

۴۵......علامہ حمود بن عبداللہ التویجری (م ۱۴۱۳ھ) فرماتے ہیں!

"رواه الامام احمد وابوداؤد والنسائي وابن ماجه والدارمي وابن حبان في صحيحه والحاكم في مستدركه وقال صحيح على شرط البخاري ولم يخرجاه ووافقه الذهبي في تلخيصه"۔ ۳۹

۴۶......شیخ عبداللہ بن فہدالخلیفی فرماتے ہیں! "صحیح"۔ ۴۰

۴۷......شیخ محمد نسیب الرفاعی فرماتے ہیں! "قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء کما جاء فی الصحیح"۔ ۴۱

۴۸......اہل حدیث کے پیشوا محمد بن علی بن محمد الشوکانی فرماتے ہیں! "وصححه هو وابن حبان"۔ ۴۲

۴۹......امام محمد مہدی فاسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسانید صحیح سے روایت کی کہ ابن حبان اور حاکم نے حضرت اوس بن اوس ثقفی سے روایت کی اور حاکم نے فرمایا یہ امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے"۔ ۴۳

۵۰......ابن ماجہ کے محقق "محمد فواد عبدالباقی" فرماتے ہیں! "صحیح"۔ ۴۴

۵۱......فضل الصلوۃ کے محقق "شیخ حسین محمد علی شکری" نے بھی صحت کو قبول کیا۔ ۴۵

رواتِ حدیث:

۱) حسین بن علی الجعفی:

اس حدیث کے پہلے راوی حسین بن علی الجعفی ہیں۔ امام احمد بن عبداللہ بن صالح اُبوالحسن العجلی الکوفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"حسین بن علی الجعفی یکنی ابا عبد الله کوفی ثقه"۔ یعنی حسین بن علی الجعفی ابوعبداللہ کوفی ثقہ ہیں۔ ۴۶

۲) امام محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی البستی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الثقات" میں ذکر کیا۔ ۴۷

۳) امام یحیی بن معین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں! "هو ثقه"۔ وہ ثقہ ہیں۔ ۴۸

۴) امام محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری علیہ الرحمہ نے حسین بن علی الجعفی علیہ الرحمہ سے مروی زیر بحث حدیث مبارکہ کے متعلق فرمایا!

"هذا حديث صحيح على شرط الشيخين"۔ یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم علیہ الرحمہ کی شرط پر۔

۵) اسی طرح امام ذہبی علیہ الرحمہ نے امام حاکم کی موافقت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں!

"یہ حدیث مبارکہ امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ ۴۹

۶) امام محمد بن عیسٰی بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک الترمذی (م ۲۷۹ھ) حسین بن علی الجعفی سے مروی حدیث مبارکہ کے متعلق فرماتے ہیں!

"هذا حديث حسن صحيح"۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ۵۰

۷) امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"الحسين بن علی بن الوليد الجعفی السكوفی المقری ثقه عابد"۔ حسین بن علی بن الولید الجعفی کوفی مقری ثقہ عبادت گزار ہیں۔

۸) امام ابن شاہین کتاب الثقات میں فرماتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ فرماتے ہیں! "ثقه صدوق"۔ ثقہ، سچے ہیں۔ ۵۱

۹) امام ہیثمی علیہ الرحمہ کے اصول کے مطابق بھی حسین بن علی الجعفی ثقہ ہیں کیونکہ آپ امام احمد بن حنبل کے شیوخ میں سے ہیں اور امام ہیثمی علیہ الرحمہ

فرماتے ہیں!

"وشیوخه ثقات"۔امام احمد بن حنبل کے شیوخ ثقہ ہیں۔ ۵۲

۱۰)یادرہے امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے ہاں امام ابوداؤد علیہ الرحمہ کا سکوت بھی دلیل تحسین حدیث ہے۔آپ فرماتے ہیں!

"وسكوت أبي داؤد والمنذری تصحيح أو تحسين منهما"۔اورامام ابوداؤد اور امام منذری علیہ الرحمہ کا سکوت انکے نزدیک حدیث کی تصحیح یا تحسین ہوتی ہے۔ ۵۳

یہ بھی یادرہے کہ مشہور غیر مقلد عالم حافظ زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ محدثین کا حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینا انکی طرف سے اس حدیث کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔دیکھئے:(مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۱۱۶ اشاعت دوم)

۱۱)علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں!

'الحسين بن علی الجعفی قلت وهو ثقه"حسین بن علی الجعفی میں کہتا ہوں وہ ثقہ ہیں۔ ۵۴

۱۲)شیخ شعیب الارنووط محقق مسند امام احمد بن حنبل نے حسین بن علی الجعفی سے مروی ایک حدیث مبارکہ کی سند کے متعلق لکھا ہے!

"اسناده صحيح على شرط شيخين"۔ ۵۵

۲)عبد الرحمن بن يزيد بن جابر:

اس حدیث مبارکہ کی سند میں دوسرے راوی امام عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ہیں جن کے متعلق ائمہ نقد ورجال کی مندرجہ ذیل آرائیں ہیں۔

۱)امام ابن حبان علیہ الرحمہ نے امام عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کا ذکر اپنی"کتاب الثقات"میں کیا۔ ۵۶

۲)امام عجلی فرماتے ہیں!

"عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر دمشقی ثقہ"۔عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر دمشقی ثقہ ہیں۔ ۵۷

۳)امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں! "عبد الرحمن بن يزيد بن جابر ثقه"۔ ۵۸

۴)امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں! "عبد الرحمن بن يزيد بن جابر هو اخو يزيد بن يزيدبن جابر وهما جميعاً ثقه"۔عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر،یزید بن یزید بن جابر کے بھائی ہیں اور دونوں ثقہ ہیں۔ ۵۹

۵)امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں! "ثقه"۔ ۶۰

۶)امام ابن شاہین نے"کتاب الثقات"میں تذکرہ فرمایا۔

۷)امام بزار نے اپنی مسند میں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کو ثقہ فرمایا۔

۸)امام ابن خلفون نے اپنی کتاب"الثقات"میں لکھا کہ امام ذہلی محمد بن یحییٰ نے توثیق کی ہے۔ ۶۱

۹)امام احمد بن حنبل نے فرمایا!

"صفوان بن عمرو، وابن جابر يعنی عبد الرحمن بن يزيد بن جابر ثقات"۔یعنی صفوان بن عمرو اور ابن جابر یعنی عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر دونوں ثقہ ہیں۔ ۶۲

۱۰)امام ابوداؤد فرماتے ہیں! "ھو من ثقات الناس"۔وہ ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔ ۶۳

۱۱)امام شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں! "ثقہ"۔ ۶۴

۱۲)امام حاکم عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے مروی حدیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں!

"ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری"۔یہ حدیث صحیح ہے امام بخاری علیہ الرحمہ کی شرط پر۔ ۶۵

۱۳)امام ترمذی علیہ الرحمہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے مروی حدیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں!

"ھذا حدیث حسن صحیح"۔ ۶۶

۱۴)ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری (م۸۰۴ھ) "البدر المنیر" میں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے مروی ایک حدیث مبارکہ نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں! "رجالہ ثقات"۔ ۶۷

۱۵)علامہ شعیب الارنؤط فرماتے ہیں! "رجالہ رجال الصحیح"۔ ۶۸

۳)**ابو الاشعث الصنعانی** (شراحیل بن آدہ):

۱)امام عجلی فرماتے ہیں! "تابعی ثقہ"۔ ۶۹

۲)امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں! "ثقہ"۔ ۷۰

۳)امام شمس الدین ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں! "ثقہ"۔ ۷۱

۴)امام ابن حبان نے اپنی "کتاب الثقات" میں ذکر فرمایا۔ ۷۲

۵)امام ترمذی ابوالاشعث الصنعانی سے مروی ایک حدیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں!

"ھذا حدیث حسن صحیح"۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ۷۳

۶)امام حاکم زیر بحث حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں!

"ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری"۔یہ حدیث مبارکہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ ۷۴

۷)امام ہیثمی علیہ الرحمہ نے امام ابوالاشعث الصنعانی علیہ الرحمہ سے مروی حدیث مبارکہ کے متعلق فرمایا!

"رجال الصحیح"۔تمام رجال صحیح (ثقہ) ہیں۔ ۷۵

۸)امام ابن الملقن علیہ الرحمہ ابوالاشعث الصنعانی سے مروی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں! "صحیح"۔ ۷۶

۹)علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں!

"ابو الاشعث الصنعانی واسمہ شراحیل بن أدة فھو ثقہ من رجال مسلم"۔ابوالاشعث الصنعانی کا نام شراحیل بن ادہ ہے اور وہ ثقہ رجال مسلم میں سے ہیں۔ ۷۷

۱۰)امام بخاری علیہ الرحمہ نے "الادب المفرد" میں ابوالاشعث الصنعانی سے حدیث لی ہے۔ ۷۸

علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۴)**اوس بن اوس الثقفی:**

صحابی رسول ﷺ ہیں اور اصول میں مصرح ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عادل جیسا کہ "الصحابة کلھم عدول" سے ظاہر ہے۔تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔

۱......سیر اعلام النبلا،ترجمہ ابو ہریرۃ الدوسی،جلد۲،ص۶۰۸

۲......البدر المنیر لابن الملقن،جلد ۷،ص ۶۸۲

۳......بیان الوھم والایھام فی کتاب الاحکام لابن القطان،جلد ۲،ص ۶۱۱

۴......ذخیرۃ الحفاظ لابن طاھر المقدسی،جلد ۳،ص ۱۵۸۱ تحت رقم الحدیث ۳۷۴۵

۵......التقیید والایضاح للعراقی،باب معرفۃ الصحابۃ،ص ۷۵

۶......الروض الباسم لابن الوزیر،جلد ۲،ص ۲۷۰

۷......الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح،جلد ۱،ص ۱۵۰

۸......تدریب الراوی للسیوطی،النوع التاسع والثلاثون،ص ۲۱۴

۹......فتح المغیث للسخاوی،باب معرفۃ الصحابۃ،جلد ۳،ص ۱۰۸

۱۰......اُسد الغابہ،مقدمہ المؤلف،جلد ۱،ص ۱

اعتراض:

اس حدیث مبارکہ کی سند ضعیف ہے۔اس روایت میں علت قادحہ یہ ہے کہ حسین بن علی الجعفی اور ابو اُسامہ کا شیخ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے۔جیسا کہ امام بخاری،ابو زرعہ الرازی،ابوحاتم الرازی اور دیگر جلیل القدر محدثین کی تحقیق سے ثابت ہے۔ (شرح علل الترمذی لابن رجب،جلد ۲،ص ۶۷۹ تا ۶۸۲،بحوالہ فضائل درود وسلام تحقیق زبیر علی زئی،ص ۶۹)

جواب:

اس حدیث مبارکہ کی سند بالکل صحیح ہے جیسا کہ کثیر ائمہ کرام کی تصریحات سے ثابت ہے۔اور یہ بات یقینی ہے کہ جن ائمہ کرام نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح کہا اُن کے ہاں اگر یہ علت قادحہ ثابت ہوتی تو یقیناً وہ ائمہ اعلام اس حدیث مبارکہ پر صحت کا حکم نہ لگاتے۔خود حافظ زبیر علی زئی صاحب تحریر فرماتے ہیں!

"اصول حدیث میں اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ جس حدیث میں پانچ شرطیں ہوں وہ صحیح ہوتی ہے۔

۱۔ہر راوی عادل ہو۔ ۲۔ہر راوی ضابط ہو۔

۳۔سند متصل ہو۔ ۴۔شاذ نہ ہو۔ ۵۔اور معلول (علت قادحہ کے ساتھ) نہ ہو۔ ۹ے

جمہور محدثین وعلماء کی تصریحات کے مقابلے میں چند محدثین کے حوالے پیش کرنا چنداں معتبر نہیں ہوتا۔حافظ زبیر علی صاحب بذات خود امام بخاری،امام ابوحاتم اور امام بیہقی رحمہ اللہ علیہم کی جروحات پر ہاتھ صاف فرمارہے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔فرماتے ہیں!

"بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام بخاری، امام ابوحاتم اور بیہقی نے اس روایت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ تو عرض ہے کہ یہ جرح غیر مفسر ہے جبکہ اس حدیث کے تمام راوی امام بخاری، امام ابوحاتم اور امام بیہقی کے نزدیک ثقہ ہیں تو اسے کس دلیل کی بنیاد پر غیر محفوظ قرار دیا جاسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسے متعدد علماء نے محفوظ قرار دیا ہے"۔ ۸۰

موصوف (زبیر علی زئی) خود تو متعدد ائمہ علمائے کرام کے حوالہ جات کو پیش نظر رکھتے ہوئے تین جلیل القدر اور کبار محدثین کی جروحات پر ہاتھ صاف کرنے کا حق رکھتے ہیں تو اُمید قوی اور حسن ظن یہ ہے کہ وہ ہمیں بھی اس حق سے محروم نہیں فرمائیں گے۔

تحقیقی جوابات:

ا۔ حسین بن علی الجعفی جو کہ بالاتفاق ثقہ ہیں نے اس حدیث مبارکہ میں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع کیا ہے جسکی تصریح خود "حسین بن علی الجعفی" سے مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

"حدثنا علی بن عبد الله قال ثنا حسین بن علی الجعفی قال ثنا عبد الرحمن بن یزید بن جابر سمعته یذکر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس ان رسول الله قال ان من افضل ـــــ الحدیث"۔ ۸۱

اسی طرح سماع کی تصریح (المستدرک، کتاب الجمعه، جلد ا، ص ۳۷۲ رقم الحدیث ۱۰۲۹) اسکے علاوہ (صحیح ابن حبان، کتاب الادعیة، جلد ا، ص ۶۱۳ رقم ۹۱۰) اور (صحیح ابن خزیمه، جلد۲، ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۱۷۳۳) پر بھی موجود ہے۔ لہٰذا تصریح سماع کے بعد وہم ہوجانے کی جرح کرنا غلط ہے۔

ثانیاً: بالفرض یہ امر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ "حسین بن علی الجعفی" کو "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" سے سماع حاصل نہیں ہوا اور "حسین بن علی الجعفی" نے "عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم" سے اس حدیث مبارکہ کو سنا ہے تو پھر لازم آئے گا کہ ابوالاشعث الصنعانی (شراحیل بن اُدۃ) کو شیوخ ابن تمیم میں سے تسلیم کیا جائے۔ جبکہ یہ امر ثابت نہیں۔ یا پھر یہ ماننا پڑے گا کہ حسین بن علی الجعفی نے شیخ کے ساتھ ساتھ شیخ الشیخ کا نام بھی بدل دیا ہے۔ جو کہ قابل تسلیم امر نہیں۔ اس سلسلے میں ماہرین نقد و رجال کی تصریحات درج ذیل ہیں۔

۱) امام ابوحاتم (م ۳۲۸ھ) فرماتے ہیں!

"(شراحیل بن أدة وهو ابو الاشعث الصنعانی) مزید فرماتے ہیں کہ روی عنه حسان عطیة و یحیی بن الحارث وابو قلابه و عبد الرحمن بن یزید ابن جابر"۔ (الجرح والتعدیل، جلد۴، ص۳۱۱ رقم ۶۷۴۶)

۲) اسی طرح امام ذہبی علیہ الرحمہ نے بھی "شراحیل بن اُدۃ" یعنی ابوالاشعث الصنعانی کو امام عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے شیوخ میں شمار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں!

"شراحیل بن أدة ابو الاشعث الصنعانی ـــــ و عنه حسان بن عطیة وعبد الرحمن بن یزید بن جابر"۔ ۸۲

۳) امام یوسف بن الزکی عبدالرحمٰن ابوالحجاج المزی (م ۷۴۲ھ) نے بھی "شراحیل بن اُدۃ" کو سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی روایات میں "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" کے شیوخ میں ہی شمار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں! روی عنہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر (د، س، ق) ۸۳

(بقیہ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

پردہ اور آنکھوں کی شرم

(حافظ محمد اعظم نقشبندی آسوی۔ مدرس علامہ اقبال پبلک سکول سیالکوٹ کینٹ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ پاک ارحم الراحمین ہے۔ اس کے محبوب رحمۃ للعلمین ﷺ ہیں۔ اور دین اسلام سراپا رحمت وبرکت ہے۔ اس لیے قرآن وسنت کے احکامات بھی عالمین کیلئے سراپا رحمت وبرکت کے موجب ہیں۔ اس واسطے ان احکامات میں پردہ اور آنکھوں کی شرم وحیا کے احکام بھی امت کے واسطے سراپا خیر کے موجب ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے آج ان احکام کو نہ صرف ہم بھول چکے ہیں بلکہ معاذ اللہ آج ان کا میڈیا، سکول، کالجز وغیرہ میں مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اور ہم زبان اور اپنے عمل سے قرآن وسنت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اگر چہ کوئی صراحتاً قرآن وسنت کا نام نہ بھی لے لیکن پھر بھی ان احکام کو پیش کرنے والوں کو طعنہ وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں اور بھولا ہوا درس قرآن وحدیث یاد کرتے اور عمل کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ پاک فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا.

ترجمہ۔ اے نبی ﷺ اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (اپنے منہ پر) لٹکا لیا کریں، یہ اس کے بہت قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے (کہ یہ آزاد عورتیں ہیں) تو ان کو ایذا نہ دی جائے، اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کے متعدد شان نزول بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً تبیان القرآن جلد نمبر 9 کے خلاصہ کے مطابق، ایک مرتبہ ایک باندی جو بناؤ سنگھار کر کے بازار جا رہی تھی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسکو مارا اور بناؤ سنگھار سے منع کیا تو اس نے اپنے مالکوں سے شکایت کی تو اس کے مالکوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بدتمیزی کی تو ان کے رد میں یہ آیت اتری اور یہ بھی وجہ بیان کی گئی ہے کہ جب مدینہ پاک میں عورتیں رات کو وقت قضائے حاجت کیلئے نکلتیں تو بدکار اور بے حیا لوگ باندیوں کو چھیڑتے جس کی زد میں مسلم خواتین بھی آ جاتی تو جب انہوں نے شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یہ تو ایک کھلی ہوئی بدیہی بات ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے مسلمان عورتیں جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلتیں تھیں تو چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ ان کا سارا جسم مستور ہوتا تھا۔ خصوصاً سورہ نور نازل ہونے کے بعد تو اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اب سورہ احزاب میں احکام حجاب نازل ہونے کے بعد بھی اگر مسلمان عورتیں اسی طرح کھلے منہ پھرتی رہیں یا ان کا اس طرح کھلے منہ پھرنا جائز ہوتا ہو تو احکام حجاب نازل ہونے کا کیا ثمرہ مرتب ہوا اور آیات حجاب کو نازل کرنے کا کیا مقصد حاصل ہوا؟ اس لیے یہاں عورتوں کو منہ اور ہاتھ چھپانے کا حکم ہے۔ اور حجاب ستر سے زائد چیز ہے۔ ستر عورت کے جسم کے اس حصہ کو چھپانا ہے جس کو شوہر کے سوا کسی اور شخص کے

سامنے ظاہر نہیں کیا جاسکتا اور یہ ہاتھوں اور چہرہ کے سوا عورت کا سارا جسم ہے۔عورت اپنے محارم (بھائی، باپ وغیرہ) کے سامنے صرف چہرہ اور ہاتھ کھول سکتی ہے۔اور باقی جسم چھپائے گی۔اور حجاب کا تقاضا یہ ہے کہ عورت غیر محرم اجنبیوں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپائے گی۔چونکہ پہلے مسلمان عورتیں اوازواج مطہرات رضی اللہ عنھن اجنبی مردوں کے سامنے چہرے کو نہیں چھپاتی تھیں۔اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مضطرب رہتے تھے۔اور جب اللہ تعالی نے آیات حجاب نازل فرمادی تو ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں نے اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو حجاب سے مستور کرلیا۔

لہذا علامہ غلام رسول سعیدی صاحب تبیان القرآن جلد نمبر 9 صفحہ 561 پر لکھتے ہیں کہ ان تفاسیر سے یہ ظاہر ہوگیا کہ سورہ نور میں عورتوں کو جو چہرہ اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کے ستر کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس آیت (احزاب 59) میں اس سے زائد حکم دیا گیا ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔سورہ نور میں فرمایا۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ 30) وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا...

ترجمہ۔آپ ﷺ مردوں سے فرمادیں کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کیلئے بہت پاکیزہ ہے، بے شک اللہ ان کاموں کی خبر رکھنے والا ہے جن کو وہ کرتے ہیں۔اور آپ ﷺ مسلمان عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنے شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو۔

مگر جو خود ظاہر ہو سے کیا مراد ہے؟ محترم ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب فرماتے ہیں کہ عورت کا وقار اس میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو چھپا کر رکھے اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دے۔زینت میں سرمہ بھی ہے۔زیور بھی ہے۔اس کے علاوہ زیبائش کی چیزیں ہیں۔زینت میں ننگے بال ہیں، کھلا چہرہ ہے اور بدن کے اعضاء جو ننگے ہوں یا جن پر ٹائٹ کپڑا ہو یا پھر پتلا کپڑا ہو،ان تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا کہ انہیں فرمادیں کہ یہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔لہذا جس سے زینت ظاہر ہوتی ہو جس سے فتنہ پیدا ہوتا ہو جس سے عورت کے بارے میں معاشرے میں ایک Attraction پیدا ہوتی ہو۔اللہ پاک نے فرمایا اے میرے محبوب ﷺ آپ ان کو سمجھا دیں کہ ایسا کرنا تم پر حرام ہے۔ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔سے مراد خاتون نے جو چادر یا برقعہ پہنا ہے وہ بھی ایک زینت ہے اور جو لباس پہنا ہوا ہے اس کے اوپر چادر یا برقعہ پھر اس چادر یا برقعہ کو دوبارہ چھپانے کا حکم نہیں ہے۔لہذا اس سے مراد چہرہ یا ہاتھ مراد نہیں جیسے اوپر وضاحت ہو چکی ہے۔کہ ان کو کھلا رکھا جائے بلکہ ان کو چھپا کر جو چادر یا برقعہ نظر آرہا ہے وہ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد ہے۔اب اس بارے میں چند احدیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 1۔حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو، کیونکہ تمہارے لیے پہلی نظر معاف ہے، دوسری نہیں۔(ترمذی 2777 مسند احمد 2149)

حدیث نمبر 2۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ بروز قیامت ہر آنکھ رورہی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو اللہ عزوجل کی حرام کردہ چیزوں (کو دیکھنے) سے بند رہی اور جس نے اللہ کی راہ میں جاگ کر رات گزاری اور جس آنکھ سے اللہ کے خوف سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکلا۔(کنزل العمال 43357)

حدیث نمبر 3۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے ندا کرتے ہیں کہ افسوس! مردوں کے لئے عورتوں کے سبب اور عورتوں کے لئے مردوں کے سبب بربادی ہے۔ (ابن ماجہ 3999)

حدیث نمبر 4۔ نبی رحمت ﷺ کا فرمان عبرت نشان ہے کہ بے شک ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا (حرام کو) پکڑنا ہے، پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا کرنا (حرام کی طرف) چلنا ہے، زبان کا زنا بولنا (یعنی فحش کلامی کرنا) ہے، منہ بھی زنا کرتے ہیں اوراس کا زنا کرنا بوسہ لینا ہے (غیر عورت کا) اور دل زنا کی خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تکذیب یا تصدیق کرتی ہے۔ (مسلم۔ ابوداؤد)

حدیث نمبر 5۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی گھونپ دی جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں۔ (المعجم الکبیر 487 جلد 20)

حدیث نمبر 6۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ تنہائی کرنے سے بچو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جو شخص کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے تو ان کے درمیان شیطان ہوتا ہے اور کسی شخص کو مٹی اور سیاہ بدبودار کیچڑ میں لت پت خنزیر روندے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ اس کے کندھے کسی ایسی عورت کے کندھوں کے ساتھ لگیں جو اس کے لئے حلال نہیں (المعجم الکبیر جلد 8 حدیث 7830)

حدیث نمبر 7۔ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن نبی پاک ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک نابینا صحابی عبداللہ ابن ام مکتوم آ گئے۔ جب سرکار ﷺ نے دیکھا تو اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو تو سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو تم تو ان کو دیکھ رہی ہو۔ (ترمذی 2778) اس حدیث سے پتا چلا کہ عورتوں کو بھی غیر مردوں کو نہیں دیکھنا چاہیے۔

حدیث نمبر 8۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی کسی عورت کی طرف پہلی نظر ڈال کر نظر نیچی کر لیتا ہے اللہ اس کے لئے ایسی عبادت پیدا کرتا ہے، جس میں حلاوت (مٹھاس) ہوتی ہے۔ (اور دوسری حدیث کے مطابق اس کے دل میں نور پیدا فرماتا ہے)

حدیث نمبر 9۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ عورت جو مسجد میں نماز پڑھنے جا رہی ہو مگر وہ خوشبو لگا کر جا رہی ہے اللہ تعالیٰ اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک وہ ایسا غسل نہ کرلے جو جنابت کے بعد کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث نمبر 10۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے، جس نے میرے خوف سے اس کو ترک کیا میں اسے اس کے بدلے ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا۔

مختصر یہ کہ ان آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ عورتوں کو پردہ کرنا اور مرد اور عورت کو اپنی نظروں کی حفاظت کرنی چاہیے اور میڈیا اور بازاروں اور شادی وغیرہ میں پھیلنے والی فحاشی سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے اور نت نئے فیشن اور باریک لباس پہن کر بازاروں اور سکول کالجز وغیرہ میں پھرنا کس قدر خطرناک اور رب قہار کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اور آج کل بہت ساری خرابیوں کی وجہ بھی یہ فحاشی ہے آج بھی جن علاقوں میں شریعت پر عمل ہوتا ہے وہاں برائی کی Ratio کم ہے۔ ہم سب نے اللہ کو جان دینی ہے۔ اگر ہم دنیا و آخرت میں عزت پانا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن و سنت کا دامن پکڑنا ہوگا۔ فحاشی پھیلانے والوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کو رب کی فرمانبرداری میں گزارنا چاہیے اگر معاذ اللہ، اللہ ناراض ہو گیا تو یہ دنیا کسی کے کام نہ آئے گی۔ اللہ پاک قرآن و سنت پر اخلاص کے ساتھ عمل کر کے آگے پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الکریم ﷺ

حفاظت ناموسِ حضور ﷺ کی اہمیت

تحریر: سید محمد سلطان شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر انسان کو اپنی عزت و ناموس بڑی عزیز ہوتی ہے اور وہ اپنی عزت بچانے کے لئے مال و دولت تو در کنار جان کی بھی پروا نہیں کرتا۔ لوگ تو ان کی آبرو کا تحفظ بھی اپنی ذمہ داری گردانتے ہیں، جن سے ان کا کوئی نسبتی تعلق ہو یا جن سے انہوں نے رشتہ محبت استوار کر لیا ہو۔ محب اپنے محبوب کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر اس کو یہ علم ہو کہ اسے جو عزت ملی ہے وہ اس ذات کی وجہ سے ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ ہستی دنیا و عقبیٰ میں کبھی اس کی عزت پر آنچ نہیں آنے دے گی تو ایسی ہستی کے تحفظِ ناموس کی خاطر وہ کیوں نہ کٹ مرے۔ روح و قالب کا رشتہ توڑ کر ایسی ہستی سے رشتہ جوڑ لینا انسانیت کی معراج ہے۔

جس طرح ہم نے اپنے پیاروں کی شان میں کی گئی گستاخی برداشت نہیں کرتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ بھی اپنے حبیب مکرم، رسول معظم، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی توہین و تضحیک برداشت نہیں کرتے۔ اس کا ارتکاب کرنے والے شخص کے لئے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ سورہ توبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

و الذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (التوبہ:۶۱)

ترجمہ: جو رسول اللہ (ﷺ) کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ایک اور مقام پر رسول انام علیہ التحیۃ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دینا اللہ تعالیٰ کو اذیت دینا قرار دیا گیا اور ایسے شخص کو 'عذاباً مھینا' کے لئے تیار رہنے کا حکم ہے۔ آخرت میں ہی نہیں دنیا میں بھی لعنت کا طوق ایسے شخص کے زیبِ گلو رہے گا۔

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الأخرۃ واعد لھم عذاباً مھیناً (الاحزاب۳۳:۵۷)

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو اپنے محبوب مکرم، حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آواز سے اونچی آواز بھی پسند نہیں کرتے اور مومنوں کو حکم دیتے ہیں

لا ترفعوآ اصواتکم فوق صوت النبی (الحجرات۴۹:۵۷)

ترجمہ: اپنی آواز اونچی نہ کرو نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی آواز سے۔

صرف یہ حکم ہی نہیں دیا بلکہ یہ وعید بھی سنا دی کہ اگر تم نے اس کا ارتکاب کیا تو اعمال ضبط کروا بیٹھو گے۔

جس شخص نے اپنے قول یا فعل سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو تکلیف دی، اللہ تعالیٰ نے اس سے بدلہ ضرور لیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکہ میں اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا تو عاص بن وائل نے کہا کہ ان کی اولاد نرینہ زندہ نہ رہی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد آپ کا نام ختم ہو جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی اور عاص بن وائل کے "ابتر" ہونے کی خبر دی۔ دیکھئے حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ الصلاۃ والتسلیم نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو پکارا اور انہیں توحید باری تعالیٰ کا درس دیا تو ابولہب نے کہا "تو برباد ہو جائے، کیا تو نے ہمیں یہی سنانے کا جمع کیا تھا" اس پر خالق ارض وسمانے اس کی تباہی وبربادی کا اعلان فرمایا

تبت یدآ ابی لھب و تب (سورہ لہب ۱) ترجمہ: ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔

چنانچہ ابولہب غزوۂ بدر کے ایک ہفتہ بعد ایک متعدی بیماری کا شکار ہوگیا۔ مرنے کے بعد تین دن تک اس کی نعش بے گور وکفن پڑی رہی۔ کوئی عزیز رشتہ دار قریب نہ آیا۔ یہاں تک کہ اس کی نعش سے بدبو آنے لگی اور گھر والوں نے مزدوروں کو بلا کر اس کی نعش کو ایک گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دی۔ ابولہب کے دو بیٹوں سے حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کا نکاح ہوا تھا۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دکھ پہنچانے کے بعد طلاق دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دکھ پہنچانے والے فرزندان کفر کو بھی ذلیل وخوار کیا اور ان میں سے ایک 'عتبہ' کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔ اسی طرح ابولہب کی بیوی جنگل سے کانٹے لا کر حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل التحیۃ واجمل الثناء کے راستے میں بچھایا کرتی تھی۔ ایک دن کانٹوں کا بوجھ لاتے ہوئے راستے میں کھجور کی چھال کا رسا اس کے گلے میں پھنس گیا، جس سے وہیں جہنم واصل ہوگئی۔

ولید بن مغیرہ نے رحمتِ مجسم، محسنِ اعظم، رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو "مجنون" کہہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ "اے میرے محبوب! آپ ہرگز مجنون نہیں" اور پھر ولید کے تمام خصائل سیۂ گنوائے۔ اس کی تمام خامیاں گنوانے کے بعد "**بعد ذلک زنیم**" کہہ کر اس کے ولد الزنا ہونے کا برملا اعلان کر دیا۔

شہنشاہِ ایران خسرو پرویز کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک مکتوب کے ذریعے اسلام کی دعوت دی۔ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھ کر برہم ہوگیا اور بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکتوب گرامی کو پھاڑ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہی بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل کروا کر رسوا کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے خاندان بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کرنے کے لئے دستاویز بغیض بن عامر نے لکھی تھی۔ اس پر عتاب الٰہی نازل ہوا اور اس کے ہاتھ شل ہوگئے۔

دراصل ایمان نام ہے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا۔ حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بغیر ایمان کی تکمیل ناممکن ہے بلکہ مسلمان ہونے کی شرط اولین محبتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے۔ بخاری شریف کتاب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔

لا یومِنُ اَحَدُ کُم حَتیٰ اَکُونَ اَحَبُّ اِلَیہِ مِن وَّالِدِہ وَوَلَدِہ وَالناسِ اَجمَعِینَ

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اس کی اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ بن جاؤں۔ بخاری شریف ہی میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا "بے شک آپ سوائے میری جان کے جو دونوں پہلوؤں میں ہے، میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں"۔ حضور خیر الانام علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص ہر گز مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں"۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، آپ میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے، زیادہ محبوب ہیں"۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا"۔ اس سے پتا چلا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو جان سے زیادہ محبوب رکھے بغیر ہم مسلمان نہیں ہو سکتے اور جو ہستی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو اس کی شان میں دریدہ دہنی کیونکر برداشت کی جا سکتی ہے۔ اسی لئے عشاقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے وقت آنے پر اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کی اور اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے خلاف بھونکنے والے کتوں کا خاتمہ کر کے دم لیا ہے۔ بے شک انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، انہیں تختہ دار پر بھی لٹکنا پڑا، لیکن انہوں نے کبھی اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی توہین و تضحیک برداشت نہ کی۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک نابینا صحابی نے اپنی بیوی کو اس لئے قتل کر دیا کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس صحابی کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن خطل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہتا تھا۔ فرتنا اور قریبہ اسکی دو باندیاں تھیں جو اس کے اشعار گایا کرتی تھیں۔ فتح مکہ کے دن اس نے مسجد حرام میں پناہ لی اور کعبہ کے پردوں سے لٹک گیا۔ لیکن اسے مسجد حرام ہی میں قتل کر دیا گیا اور اس کی ایک باندی قریبہ کو بھی اس جرم کی سزا میں لقمۂ اجل بننا پڑا کہ وہ اہانت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارتکاب کرتی تھی۔

شفاء شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتویٰ دیا کہ اسے تیس درے مارے جائیں اور قید کیا جائے اور فرمایا کہ ایسا شخص تو لائق ہے کہ اس کی گردن ماری جائے۔ وہ زمین جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، اس کی نسبت وہ گمان کرتا ہے کہ وہ خراب ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ایک شخص نے کدو کے بارے میں کہا 'انا ما احبہ' (میں اس کو پسند نہیں کرتا) یہ سن کر امام موصوف نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا "تجدید ایمان کر و ورنہ میں تمہیں ضرور قتل کر دوں گا"۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے محبوب بندوں سے عداوت رکھنے والوں کے لئے اعلان جنگ فرماتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تو رب ذوالجلال کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ ان کی عداوت رکھنے والے، ان کی اہانت و تضحیک کرنے والے سے جنگ کرنا سنت اللہ ہے، جس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان سے فروتر الفاظ کہنے یا لکھنے والے کو ہر گز معاف نہیں کرنا چاہیے

Monthly **AL-HAQIQA** December 2011
Reg.No. C.P.L.169

نواسۂ رسول، جگر گوشہ بتول، شہزادہ گلگوں قباء، شہید دشتِ کربلا،

سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

کی بارگاہ دین پناہ میں عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے

شہادت کانفرنس

بمقام محلہ نقش لاثانی نگر

10 محرم الحرام صبح **9** تا نماز ظہر

زیر صدارت

پیکر عزت و حمیت عاشق رسول مرد مومن

مرد حق جناب صاحبزادہ

محمد عطاء الحق صاحب مدظلہ

زیب سجادہ حضور مفکر اسلام

ملک بھر سے جید علماء واعظین نعت خواں حضرات تشریف لا رہے ہیں

منجانب **شیران اسلام پاکستان**